مشاہیر کی بیویاں

حصۂ اول (مغرب)

(از)

طاہر اور رفعت

دارالاشاعت سیاسیہ (مجلس اتحاد المسلمین)

قیمت ۱۲ر

طبع اول ایکہزار ۱۳۶۱ھ

فہرست

(۴)

مسز روز ولٹ

الی نار

(۵)

پولو فرانکو

ڈونا کارمن

(۶)

مسز ڈی ولیرا

سینڈخلاناجن

عرض ناشر

ہم ایک نہایت دلچسپ اور مفید کتاب اردو زبان میں پیش کر رہے ہیں۔ یہ اپنی نوعیت کی پہلی کتاب ہے۔ یہ کتاب "مشاہیر کی بیویاں" کا پہلا حصہ ہے اس حصہ میں مغرب کے مشاہیر کی بیویوں کے سوانح حیات میں اسٹالن چرچل مسولینی روزویلٹ فرانکو ڈی ویلیرا جن کے کارناموں نے دنیا میں تہلکہ مچادیا ہے ان کی بیویوں کے حالات آپ اس کتاب میں پڑھینگے۔ اس کتاب کا مطالعہ ان مشاہیر کی شخصیتوں کے سمجھنے میں زیادہ ممد و معاون ہوگا۔

ہندوستان کی عورتیں ایثار ہمت اولوالعزمی میں مغرب کی عورتوں سے کم نہیں ہیں۔ لیکن ان کی خوبیوں پر ان کی جہالت نے پردہ ڈال رکھا ہے اس لئے ان کی سیرت کی تابنا کی عوام کی نظروں سے چھپی ہوئی ہے۔ امید ہے کہ تعلیم یافتہ خواتین کے دل میں اس کتاب کے مطالعہ سے ملک اور قوم کی خدمت کا جذبہ پیدا ہوگا جو اس کتاب کی اصل غرض وغایت ہے۔

سید علی شبر حاتمی

دیباچہ

مشاہیر کی بیویوں کے سوانح حیات کا پہلا حصہ ہے، اور صرف مشاہیر مغرب سے بحث کرتا ہے۔ اس کا دوسرا حصہ ہم نے مشاہیر مشرق کی بیویوں کے لئے مخصوص کر دیا ہے۔ مشاہیر میں ہر شعبہ حیات کے مشاہیر شامل ہیں، لیکن یہاں مشاہیر سے ہماری مراد صرف مشاہیر سیاسوں سے ہے، بالفاظ دیگر ہماری مراد مختلف ممالک کے ایسے سیاسی قائدوں سے ہے جن کی باضابطہ تاج پوشی یا باقاعدہ تخت نشینی تو عمل میں نہیں آئی ہے، لیکن انہیں اپنے ملک میں بادشاہوں سے زیادہ اختیارات حاصل ہیں یہ لوگ وہ ہیں جو اپنے ملک کی فلاح و بہبود، حریت و آزادی، ترقی و استقلال کے ذمہ دار ہیں، اور یہی اس کی بدبختی اور کوتاہیوں کے جواب دہ بھی ہیں۔ یہ مختصر سی کتاب ایسے ہی مشاہیر اور زعماء کی "نصف بہتروں" یا ان کی زندگی کی رفیقوں کے حالات زندگی پر مشتمل ہے۔

ان مضامین میں ہمارا اہم مقصد اپنے قارئین کو یہ بتانا ہے کہ ان "بے تاج بادشاہوں" کی زندگیوں پر ان کی بیویوں کا کتنا اثر ہے اپنی کامیابیوں کے لئے وہ ان کے کتنے رہین منت ہیں، انکی کامیاب یا ناکام خانگی زندگی کی یہ کس حد تک ذمہ دار ہیں۔ ان خواتین نے جہد حیات

میں اپنے لئے کون شعبہ مخصوص کر لیا ہے، امور خانہ داری اور نسوانی طرز زندگی کے متعلق ان کیا خیالات ہیں، وہ اس نظریے کی کس حد تک عملاً قائل ہیں کہ عورت کا دائرہ عمل گھر اور مرد کا گھر کے باہر کی دنیا ہے۔ ایک ذمہ دار بیوی اور ایک ذمہ دار ماں کی حیثیت سے وہ کس فرائض کی بجا آوری کو ضروری سمجھتی ہیں۔ اپنے متعلقہ فرائض کی انجام دہی کے بارے میں ان کے ذاتی عقاید کیا ہیں۔ اسی لئے تاریخ اور سنہ وار واقعات کی تفصیل کے بجائے ہم نے یہ دکھانے کی کوشش کی ہے کہ یہ کس قسم کی خواتین ہیں۔ تاریخ اور سنہ وار واقعات کی تفصیلات سے کسی انسان کو سمجھنے میں کچھ ایسی مدد نہیں ملتی۔ اس کی شخصیت، اس کے کردار کا حسن، اسکی قابلیتیں، اس کے تعصبات اور اس کے عقاید و نظریات، کی روشنی میں اس کی صحیح تصویر پیش کی جا سکتی ہے۔

یہ مضامین کلکتہ کے مشہور انگریزی روزنامہ اسٹیٹسمین کے اس سلسلہ کے بعض مضامین سے ماخوذ ہیں۔

میڈم اسٹالن

روس کی سیاسی دنیا میں عورتوں کو اتنی ہی اہمیت حاصل ہے جتنی کہ مردوں کو، لیکن روس کے ڈکٹیٹر اسٹالن کی دوسری بیوی نادی ازدا سیاست کی دنیا میں کوئی اہمیت اور شہرت نہ رکھنے کے باوجود بھی ایک خاص شخصیت کی مالک تھی وہ انسانیت کی دنیا میں اپنا ایک مخصوص مقام رکھتی ہے۔ عام طور پر اسٹالن کے متعلق مشہور ہے کہ اس نے اپنی پہلی بیوی کو طلاق دیدی، دوسری بیوی کو مار ڈالا اور ایک تیسری عورت سے شادی کر لی۔ لیکن یہ صحیح نہیں ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اسٹالن کی بیویوں کی زندگی عوام کے لئے ہمیشہ ایک معمہ بنی رہی ہے، اور شاید اسی وجہ سے لوگوں کو یہ غلط فہمی ہے کہ اس نے نادی ازدا کو مار ڈالا۔ ۱۹۳۲ء میں جب نادی ازدا نے انتقال کیا تو بعض لوگوں نے کہا اسنے شوہر کے مظالم سے تنگ آکر خودکشی کر لی ہے۔ بعضوں کا خیال تھا کہ اس کے ذمہ اسٹالن کے کھانے چکھنے کا فریضہ تھا، اور ایک مرتبہ اسٹالن کو زہر دینے کی کوشش کی گئی تھی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اسٹالن کی بجائے بےچاری

نادی ازدا اس سازش کا شکار ہوئی۔ سچ تو یہ ہے کہ یہ ساری افواہیں ایک سیدھی سادی حقیقت پر پردہ ڈال دیتی ہیں کہ نادی ازدا کچھ دنوں سے اپنڈکس (Appendix) کی تکلیف میں مبتلا تھی، اور اپنی اس تکلیف کو اسٹالن سے چھپائے رکھا تھا۔ یہی مرض آگے چل کر اس کی ہلاکت کا باعث ہوا۔ اسٹالن کو نادی ازدا کے بطن سے دو بچے ہوئے۔ ایک لڑکا اور ایک لڑکی اس وقت لڑکا بیس[۲] اور لڑکی پندرہ سال کی ہے۔ ان دونوں نے ایک ماڈل اسکول میں تعلیم پائی ہے جو روس کے تین ماڈل اسکولوں[۱] میں سے ایک ہے۔ یہ بات خاص طور پر قابل لحاظ ہے کہ اسکول میں ان دونوں بچوں سے ان کے والدین کے اعلیٰ مراتب کے پیش نظر کسی قسم کی مراعات روا نہیں رکھی گئیں۔

اسٹالن جس وقت بائیس برس کا ایک نوجوان تھا، اسکے ایک بوڑھے انقلاب پسند دوست الیبولیف نے جارجیا کی ایک عورت سے شادی کی تھی۔ اسکے بطن سے جو لڑکی پیدا ہوئی اس کا نام نادی ازدا رکھا گیا جسکے معنیٰ روسی زبان میں "امید" کے ہیں۔ یہ لڑکی کم سن تھی اور اسٹالن ایک چست و چالاک اور سنجیدہ طبیعت کا اسٹرائکی تھا۔ قسام ازل نے اس لڑکی کی قسمت میں یہی لکھا تھا کہ وہ بڑی ہو کر اس "مرد آہن" (اسٹالن کے معنیٰ روسی زبان میں "مرد آہن" کے ہیں) کی شریک زندگی بنے!

نادی ازدا کے بچپن سے جوانی تک زمانے نے بہت سی کروٹیں

لیں۔ اسٹالن متعدد بار جیل گیا، اور جیل سے چھوٹ کر اپنے مخلص دوست الیولیف کے ہاں قیام کرتا رہا۔ اس دوران میں نادی ازدا ایک "ننھی" سے "لڑکی" بن گئی لیکن اسٹالن کو اس کی کچھ خبر نہ ہوئی۔ اس زمانے میں اسٹالن نے اپنی ساری دلچسپیاں کوشش اور اپنی ساری قوتیں اشتراکی تحریک کے پیچھے لگا دی تھیں۔ اس وقت اس واحد مقصد حیات کیمونزم کی قربان گاہ پر اپنی زندگی کی بھینٹ چڑھانا تھا۔ لیکن جب نادی ازدا "لڑکی" سے "عورت" بنی تو اسٹالن اس قدر انہماک اور مصروفیت کے باوجود اس سے غافل نہ رہ سکا۔ اس وقت نادی ازدا الیولیف کی ایک ننھی سی بیٹی نہیں بلکہ ایک سنجیدہ اور سمجھ دار عورت اور ایک کارخانے کی ملازمہ تھی۔ اسٹالن چاہتا تھا کہ اپنی زندگی کے دوسرے پہلو کو جلد سے جلد مکمل کرلے، لیکن انقلاب کے اختتام تک یہ ممکن نہ ہو سکا۔

نادی ازدا اور اسکے شوہر کی عمروں میں تقریباً ایک نسل کا فرق تھا۔ اس کے باوجود شادی ہو جانے کے بعد نادی ازدا نے محسوس کیا کہ اس کی زندگی کی ساری دلچسپیاں ایک شخص میں مرکوز ہو چکی تھیں وہ اسٹالن کی ذات تھی آخری دم تک ایک وفادار، اطاعت شعار اور ہر حال میں قانع بیوی رہی۔ کبھی ایسا نہ ہوا کہ اسٹالن کو اس سے کوئی شکایت پیدا ہوئی یا وہ اس کی سیاسی سرگرمیوں میں مانع و مزاحم ہوئی ہو۔ اسٹالن کی پہلی شادی ناکام رہی تھی اور وہ اپنی بیوی سے ایک عرصہ دراز تک علیحدہ رہا تھا۔ آخر میں تنگ آ کر اس نے روسی قانون کے مطابق طلاق لے لی، اور ساتھ ہی شادی کا اجازت نامہ بھی حاصل کر لیا۔ چالیس ۴۰ سال

کی عمر میں جب اسٹالن نے دوسری شادی کی تو اس وقت نادی ازدا کی عمر سترہ سال کی تھی۔ نادی ازدا سے اس کی محبت ایسی ہی رہی جیسی اسکی زندگی رہی تھی —— جذباتی اور غیر محتاط!

نادی ازدا نے کبھی اس خیال کو بھی اپنے قریب پھٹکنے نہ دیا کہ روس کی اہم ترین شخصیت کی رفیق حیات ہونے کی حیثیت سے اسے کارخانے کی ملازمت چھوڑ دینی چاہیے۔ مادر روس کی ایک سچی بیٹی کی طرح وہ فرد کے فرائض خوب جانتی تھی۔ لیکن یہ اسکے لئے بڑا صبر آزما وقت تھا کہ کارخانے کے اوقات کی پابندی بھی کرتی رہے اور ساتھ ساتھ اپنے گھر کے کام کاج اور شوہر کی خدمت بھی انجام دیتی رہے۔ اگر اسٹالن کی زندگی کو گرم ملکوں کے ریگستان سے تشبیہ دی جائے تو نادی ازدا کی شخصیت اس ریگستان میں ایک سرسبز و شاداب نخلستان کی سی نظر آتی ہے۔ ایسا نخلستان جہاں آکر سفر کی مصائب سے خستہ اور پریشان حال، پیاس کا مارا مسافر حیات تازہ پاتا ہے۔ ایک وقت وہ بھی تھا کہ اسٹالن اور ٹراٹسکی کے درمیان اختلاف کی خلیج بڑھتی ہی جارہی تھی، اور لینن نے کچھ دنوں اسے بالکل نظرانداز کر دیا تھا، ایسے نازک لمحات میں خاص طور پر نادی ازدا کا اشتراک عمل اور اس کی ہمدردی اسٹالن کو ایک نعمت معلوم ہوتی تھی۔ وہ محسوس کرتا تھا کہ اگر اس کو کہیں سکون نصیب ہو سکتا ہے اور پناہ مل سکتی ہے تو وہ نادی ازدا کا پہلو ہے۔ ایسے زمانے میں نادی ازدا کا زیادہ وقت شوہر کی خدمت

اور دل جوئی میں کھپ جاتا تھا، اور وہ اکثر دیر سے کارخانہ پہنچتی تھی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اسے ایک دفعہ ملازمت سے برطرف کر دیا گیا۔ نادی ازدا کی اس معذرت پر کہ "اس کے شوہر کو اس کی مدد کی سخت ضرورت ہے" اسکو اپنی خدمت پر بحال کر دیا گیا۔

ان لوگوں کی خانگی زندگی نہایت سیدھی سادھی، سنجیدہ اور ہر قسم کے نمود و نمائش سے بالکل پاک تھی۔ اسٹالن کی طبیعت میں سختی اور درشتی زیادہ ہے، لیکن یہ جان کر ایک طرح کی ناموزونی کا احساس ہوتا ہے کہ نادی ازدا اسٹالن جیسی خشک اور روکھی طبیعت کے "مرد آہن" کو اپنے محبوب و مخصوص نام "کوبا" سے مخاطب کیا کرتی تھی۔

نادی ازدا کا سوتیلا بیٹا یاشا، اس جوڑے کی زندگی میں ہمیشہ ایک مصیبت ثابت ہوا۔ اسٹالن ایک سخت گیر باپ ہے، اس نے اپنی اولاد سے بھی کسی قسم کی کوئی رعایت ملحوظ نہیں رکھی۔ یاشا میں ضبط و تنظیم کا فقدان تھا، اور یہی چیز اس کے نامور باپ کا طرۂ امتیاز تھی۔

اسٹالن کا چھوٹا سا خاندان کرملن کے ایک اوسط درجے کے مکان کی بالائی منزل میں رہا کرتا تھا۔ یہ مکان کسی زمانے میں زار کے خادموں کے رہنے کے لئے استعمال ہوتا تھا۔ کھانا قریب کی ایک ہوٹل سے آجایا کرتا تھا۔ ان کی غذا انتہائی سادہ قسم کی

ہوتی تھی، اور اتنی سادہ ہوتی تھی کہ یورپ یا امریکہ کا ادنیٰ سے ادنیٰ مزدور بھی اس کو بخوشی قبول نہ کرتا۔ گھر میں فرنیچر نہایت ہی مختصر تھا، اور اسباب میں کوئی غیر ضروری چیز موجود نہ تھی۔ نادی انزدا روس کی اس نسل کی ایک فرد تھی جو خیال کرتی ہے کہ عیش و آرام انسان کو بالکل ناکارہ بنا دیتا ہے اور اسکو اعلیٰ مقاصد سے ہٹا کر قصر مذلت میں گرا دیتا ہے۔ خصوصاً ایسی صورت میں جب کہ کوئی شخص اشتراکیت کا علمبردار ہو اس کے لئے شان و شوکت اور عیش و آرام کی زندگی کوئی معنی نہیں رکھتی۔ یہی وجہ تھی کہ وہ روس کے اتنے بڑے شخص کی بیوی ہوتے ہوئے بھی سادہ ترین زندگی بسر کرنا اپنے لئے باعث فخر سمجھتی تھی۔ وہ اپنے بچوں کی دیکھ بھال اور گھر کا سارا کام کاج بذات خود کیا کرتی تھی کیونکہ ان کے پاس ایک بھی نوکر نہ تھا!

ایک ہی گھر میں رہنے کے باوجود نادی انزدا کو دنوں بلکہ ہفتوں اتنا موقع نہ ملتا تھا کہ اسٹالن سے دو منٹ اطمینان سے بیٹھ کر گفتگو کر سکے۔ کیونکہ اسٹالن کا مسلسل انہماک اور قومی کاموں میں اس کی ضرورت اسے دم بھر چین سے بیٹھنے نہ دیتی تھی۔ موسم گرما کا زمانہ یہ دونوں گورکی میں بسر کرتے تھے، یہ مقام لینن کی وفات تک ان کی قیام گاہ رہا تھا۔ یہاں آ کر نادی انزدا کو حقیقی مسرت حاصل ہوتی تھی۔ اسی وجہ سے اخباروں میں یہ سنسنی خیز خبریں شائع ہوا کرتی تھیں کہ

اسٹالن نے اپنی بیوی کو سب سے الگ تھلگ ایک حرم کی طرح رکھا ہے۔ لیکن یہ بات ایک روسی عورت کے لئے ناممکن معلوم ہوتی ہے، خصوصاً ایسی صورت میں جب کہ وہ شادی کے بعد بھی کارخانے میں کام کرتی رہی تھی۔ اس مقام پر یہ جوڑا ایک طرح کی تنہائی اور سکون محسوس کیا کرتا تھا جو ماسکو کی ہنگامہ پرور زندگی میں انہیں کبھی نصیب نہ ہوتا تھا۔

نادی ازدا کا کردار اس کو عام روسی عورتوں سے ممتاز کرنے کے لئے کافی ہے۔ اسٹالن کی بیوی کی حیثیت سے اس نے کبھی شہرت اور نام آوری حاصل کرنے کی کوشش نہیں کی، ہاں اسکی ہمیشہ یہی کوشش رہی کہ وہ اپنے آپ کو قوم کی ایک کارآمد اور مفید فرد ثابت کرے۔ وہ اپنی حد تک ہمیشہ اسٹالن کی ایک وفادار اور اطاعت شعار بیوی رہنا ہی پسند کرتی تھی۔ اس کا خیال تھا کہ جو کچھ اس نے اپنے شوہر کے لئے کیا تھا، اسکا اس سے کہیں زیادہ معاوضہ اسے مل چکا۔ میاں بیوی کی عمروں میں اس قدر تفاوت کے باوجود دونوں کی زندگی میں پوری پوری ہم آہنگی پائی جاتی تھی۔ دنیا کے ایک مصروف ترین انسان سے بیاہے جانے کے باوجود نادی ازدا کو اسٹالن سے کبھی یہ شکایت نہ ہوئی کہ وہ اس سے بے توجہی برتتا ہے۔ ہم جیسے غیر اہم اشخاص جن کا دائرہ عمل اسٹالن کی بہ نسبت نہایت محدود ہے ان میں کتنے ایسے ہیں جن کی بیویوں کو اپنے شوہروں سے اس بارے میں کوئی شکایت نہیں؟ نادی ازدا نے ایک ایسی درس گاہ

میں تربیت پائی تھی جہاں اسے سکھایا گیا تھا کہ اپنے ملک اور اپنی قوم کی خدمت کرنا انسان کا سب سے اولین اور اہم ترین فریضہ ہے۔

یوں تو ہندوستانی بیبیوں کی وفاشعاری اور اطاعت گزاری بے شمار زمانوں سے ضرب المثل رہی ہے، لیکن جب سے ہر چیز میں یورپ کی تقلید کا رواج چل پڑا ہے، ہماری بعض بہنوں کے آگے یورپ اور امریکہ کی عورتوں کی غیر معتدل مثالیں رہنے لگی ہیں، کیا ہی اچھا ہوگا، اگر تقلید میں بھی وہ نادی ازدا جیسی مثالوں کو اپنے پیش نظر رکھیں!

حق تو یہ ہے نادی ازدا کی ذات اور اس کی زندگی پوری دنیائے نسواں کے لئے ایک شمع ہدایت ہے!

سنورا مسولینی

اس طمطراق کی زندگی سے دور جس میں مسولینی گھرے رہتے ہیں، اس شان و شوکت کے ماحول سے الگ جس میں سنورا مسولینی کے شوہر زندگی بسر کرتے ہیں، ان طوفان سے دور جو آج کل قوموں پر چھائے ہوئے ہیں، سنورا مسولینی بہت ہی باقاعدگی اور ثابت قدمی کے ساتھ ایک "گھر کی بیوی" بن کر اپنی زندگی بسر کر رہی ہیں۔ اپنے شوہر کے لئے زندگی کا طوفانی رُخ چھوڑ کر انھوں نے اپنے لئے ایک ایسا کنج عافیت بنالیا ہے جو تعجب انگیز طور پر ان کے شوہر کی طرزِ زندگی سے بالکل مختلف ہے۔ یہ گوشۂ عافیت ان کے لئے ایک جنت ہے۔ اس جنت سے جھانک کر وہ دنیا کو دیکھتی ہیں کہ کس طرح بربریت اور درندگی کے طوفان اس کا صفایا کر رہے ہیں۔ یہ ہولناک منظر دیکھ کر وہ اپنا سر

اندر کھینچ لیتی ہیں۔ بیگم مسولینی بینیٹو مسولینی کی حقائق کی دنیا سے اس قدر دور ہیں کہ انہیں اس امر کا احساس بھی نہیں ہوتا ہے ان ناموافق اور تکلیف دہ حالات میں ان کے شوہر کے کیا فرائض ہونے چاہئیں پبلک معاملات سے غیر دلچسپی ہی کو وہ اپنے لئے باعث سکون سمجھتی ہیں۔

بیگم مسولینی زندگی کو بالکل ایک تماشائی کی طرح دیکھتی ہیں وہ تعلیم و تربیت سے بے بہرہ ہیں۔ اور تعلیم و تربیت ہی بہت بڑی حد تک ذہنی نشو و نما کے ذمہ دار ہیں۔ اس لئے وہ اپنے آپ کو بیرونی دنیا اور سیاسیات سے بالکل علیحدہ رکھتی ہیں۔ ان کے شوہر نے ایک ادنیٰ درجے سے عظیم الشان ترقی کی اور اعلیٰ مدارج پر فائز ہوئے لیکن سنورا مسولینی کی زندگی میں کوئی تغیر نہیں ہوا۔ وہ پہلے کی طرح اب بھی ایک گھر کی بیوی ہی ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ عورت کی کامیابی اور اس کا مقصد حیات ہی یہی ہے کہ وہ اپنے فرائض منصبی کو پوری طرح ادا کرتی رہے۔ بیگم مسولینی کی پوری زندگی اسی سیدھے سادھے نظریئے کی ایک شرح ہے۔ انہوں نے اس معینہ راستے سے کبھی انحراف نہیں کیا۔ ان کا عقیدہ ہے کہ مرد کی بڑائی فاعلانہ اور ہنگامہ خیز زندگی بسر کرنے میں ہے۔ اور عورت کے لئے منزلی زندگی اور حقیقی معنیٰ میں بیوی بنکر رہنا اس کا طرۂ امتیاز ہے۔ دونوں کے فرائض کو خلط ملط نہ کرنا چاہئے۔ شاید اسی عقیدہ کا نتیجہ ہے کہ انہوں نے اپنے شوہر کی طرح نہ کبھی شہرت حاصل کرنے کی کوشش کی اور نہ کبھی اپنے اصول کے خلاف ان کے دائرہ

عمل میں قدم رکھا۔ شاید ہی کسی آمر کی بیوی ایسی ہو گی جس نے اپنے آپ کو اپنے شوہر کی پیچیدہ زندگی سے اس قدر علیحدہ رکھا ہو۔ بیگم مسولینی کی طبیعت کی سادگی ایسی پیچیدگیوں اور سیاسی گتھیوں میں الجھنا پسند نہیں کرتی اس کا ایک نتیجہ یہ بھی ہے کہ وہ اپنے شوہر کے عزائم کی بلندی کا اندازہ کرنے سے معذور ہیں۔ ان کے لئے ان کا شوہر بنیٹو سے بڑھکر نہ ہو سکا کہ جس کی خدمت اور جس کی دیکھ بھال کے لئے وہ ہمیشہ تیار رہتی ہیں۔ بنیٹو مسولینی کی آمریت کی شان انکی آنکھوں کو کبھی خیرہ نہ کر سکی۔

بیگم مسولینی نے اپنے گھر کو ایک دیہاتی عورت کے گھر کی طرح ہمیشہ صاف ستھرا اور سیدھا سادھا رکھا ہے اس جنت ارضی میں وہ اپنے شوہر کی منتظر رہتی ہیں۔ اطالیہ کا آمر یہاں پہنچکر ایک سکون و راحت کی دنیا پاتا ہے۔ قدرتی مناظر اور جنگل کی پاک و صاف ہوا اس کے دل و دماغ کو تازہ کر کے ایک نئی امنگ اور ایک نئی زندگی عطا کرتے ہیں۔ کچھ دیر کے لئے تو وہ محسوس کرتا ہے کہ ان ہنگامہ خیز مصروفیات سے جن میں وہ ہمیشہ گھرا رہتا ہے چھٹکارا حاصل کر کے ایک امن کی دنیا میں آ گیا ہے۔ حق تو یہ ہے کہ یہ نعمتیں ایک معمولی اور ادنی آدمی کے لئے قابل حصول اور ایک بڑے اور مشہور آدمی کے لئے نا قابل حصول ہوا کرتی ہیں۔ سنیورا مسولینی کا مقصد حیات ہمیشہ یہی رہا کہ وہ اپنے شوہر اور بچوں کی خدمت اور پرورش کرتی رہیں جس طرح کہ ان کے

شوہر اپنے ملک اور ابنائے ملک کی خدمت کیا کرتے ہیں۔

رچلے اگستونی (یہ بیگم مسولینی کا اصلی نام ہے) کا تعلق ایک غریب لیکن باعزت گھرانے سے ہے۔ ان کے خاندان کے تمام اراکین کسان ہونے کی وجہ سے سخت محنت کے عادی تھے، چنانچہ یہ بھی پانچ سال کی عمر سے محنت کی عادی بن گئیں۔ ابھی آٹھ سال کی تھیں کہ والد کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ لیکن اس سے پیشتر ہی وہ جانوروں کو چارہ ڈالنا اپنے مکان کو صاف کرنا، اور کوئیں سے سر پہ پانی اٹھا کر لانا۔ یہ سب فرائض انجام دینے لگی تھیں۔ اس زمانے میں اطالیہ کے کسان کی حیثیت ہندوستان کے کسان سے کسی حیثیت سے بہتر نہ تھی۔

رچلے کی عمر ابھی سترہ سال ہی کی تھی کہ اس کی ملاقات ایک اشتراکی نوجوان — بینٹو مسولینی — سے ہوئی۔ مسولینی کا باپ شہر پری ڈاپیو کا ایک لوہار تھا۔ اور اس کی ماں ایک زنانہ مدرسہ کی معلمہ تھی۔ محض اسی اتفاق سے کہ اس کی ماں معلمہ تھی مسولینی تعلیم حاصل کر سکا مسولینی کے باپ نے رچلے کی بیوہ ماں کی شراکت سے ایک ہوٹل کھول رکھا تھا۔ اس ہوٹل میں رچلے بھی ملازم تھی۔ سچ تو یہ ہے رچلے اور اس کی ماں کی وجہ سے ہی یہ ہوٹل چلتا تھا، اور مسولینی کا باپ اپنے دوستوں کے ساتھ بیٹھا گپ شپ کیا کرتا تھا۔ اسی گمنام گوشہ سے مزدوروں اور اسی قبیل کے لوگوں کی پر خلوص خدمت کرتا ہوا مسولینی سیاسیات کے میدان میں داخل ہوا۔ ہوٹل کی خادمہ لڑکی رچلے نے بھی مسولینی

کے متعلق بہت کچھ سنا تھا۔ لیکن اسے وہ بہت کم سمجھ سکی۔ وہ اس زبر دست مقرر کے جوشِ خدمت اور اس کی اسپرٹ کو دل سے پسند کرتی تھی۔ پہلے پہل تو مسولینی نے اسے ایک نوعمر لڑکی سمجھ کر اس کی طرف زیادہ توجہ نہیں کی۔ لیکن بہت جلد ریچلے نے اس کی توجہ اپنی طرف پھیر لی۔ اور مسولینی نے محسوس کیا کہ ریچلے اس کی ایک بہترین رفیق حیات ثابت ہو سکتی ہے۔ لیکن مسولینی کا باپ برابر ریچلے کو خبردار کیا کرتا تھا کہ "مسولینی جیسے شخص سے شادی کرنے سے ریل کے آگے لیٹ کر خودکشی کر لینا بہتر ہے۔ کیونکہ ایسے شخص کے ساتھ رہ کر نہ تو تمھیں چین سکھ حاصل ہو سکتا ہے اور نہ کوئی خوشی۔" ریچلے نے نہ صرف اس نصیحت کو ایک کان سے سن کر دوسرے کان سے اڑا دیا بلکہ کوشش کر کے جس قدر جلد ممکن ہو سکتا تھا۔ مسولینی سے شادی کر لی۔

دس سال تک یہ دونوں میلان میں فراغت کی زندگی بسر کرتے رہے اور جنگ عظیم کا زمانہ بھی انھوں نے یہیں گزارا۔ میلان میں مسولینی ایک اخبار چلا رہا تھا، اور اس کی ادارت کے فرائض اسی کے ذمہ تھے۔ اس دوران میں مسولینی اپنی شخصیت اور اپنے کردار کو قوی سے قوی تر بنانے میں ہمہ تن مصروف تھا۔ دوسرے الفاظ میں امید، خوف، اور ناامیدی کے سیلاب میں سے ایک ایسی شخصیت ابھر رہی تھی جو آگے چل کر اطالیہ کی مختارِ کل تسلیم کر لی گئی۔ اسی زمانے میں ان کے تین بچے اِڈا، برونو، اور وٹوریو پیدا ہوئے۔ ان تینوں نے

اپنے نامور باپ سے ورثہ میں اس کا جوش وخروش اور اعلیٰ مطمح نظر پایا ہے۔

اس دس سال کی مدت میں رچلے اور ان کے شوہر کو زندگی کے بہت سے نشیب و فراز سے ہو کر گزرنا پڑا۔ ایسے نشیب و فراز عموماً ہر گھرانے اور ہر خاندان میں پیش آتے ہیں۔ اسی عرصہ میں مسولینی کو دو مرتبہ گرفتار ہو کر جیل جانا پڑا۔ لیکن اس کے باوجود بھی رچلے کے لئے زندگی کے یہی دن سب سے زیادہ پرمسرت ایام تھے۔ یہ صحیح ہے کہ مسولینی کے دل میں ایک بےچینی، ایک تڑپ تھی، لیکن رچلے نے اپنے مقررہ دائرہ عمل کے سوا کسی اور میدان عمل میں قدم رکھنے کی کوشش نہیں کی۔ وہ اپنے آپ کو شوہر کے سپرد کر کے بالکل مطمئن تھیں۔ انھیں ہمیشہ اس بات پر فخر رہا ہے کہ مسولینی جیسے شخص کی بیوی اور ان کے بچوں کی ماں ہیں۔ سنورا مسولینی کبھی اس بات کا اندازہ نہ کر سکیں کہ ان کے شوہر کا جوش و خروش، اس کا دماغی ہیجان، اور ایک خاص مقصد کے لئے اس کی تمام صلاحیتوں کا اجتماع ایک دن اسکو دنیا کا ایک بڑا آدمی بنا دیں گے۔ ابتدا سے ہی وہ دیہات کی ایک سیدھی سادھی بھولی لڑکی رہیں۔ ایسی لڑکی جس کو دنیا کے معاملات سے کوئی سروکار نہ تھا! اگر کوئی شخص آنے والے واقعات کی اہمیت جتلا کر ان کے سامنے پیشین گوئی کرتا تو وہ حیرت سے اس کا منہ تکا کرتی تھیں۔ میلان کی زندگی کا دس سال کا زمانہ

ان کے لئے پرسکوں اور پر مسرت زمانہ تھا۔ یہاں وہ سکون قلب کے ساتھ گھریلو نعمتوں سے لطف اندوز ہوتی رہیں۔ مگر مسولینی کے لئے یہی زمانہ انتہائی سیاسی ہنگامہ آرائی کا زمانہ تھا، اسی زمانے میں وہ اس شاندار فصل کی تخم ریزی کر رہا تھا جس کا پھل اسے "طوفان" کی صورت میں حاصل ہوا۔ مسولینی کی یہ تمام ہنگامہ آرائی بیگم مسولینی کے سکون میں خلل انداز نہ ہو سکی۔ وہ ان ہنگاموں سے بالکل ناواقف رہیں۔ شائد اسی ناواقفیت کا نتیجہ تھا کہ وہ اپنے شوہر کی خدمت بلا کسی رکاوٹ کے کر سکیں۔ مسولینی کو اپنی بیوی کے پاس پہنچکر ایک طرح کا سکوں اور چین نصیب ہوتا ہے کیونکہ بیگم مسولینی اس کے سیاسی نظریوں اور خیالات کے متعلق نہ تو بحث کرتی ہیں اور نہ اپنے ذاتی اعتقادول کی اہمیت جتلا کر پریشان کرتی ہیں۔ بیگم مسولینی کی سیاسیات سے علیحدگی ان کے شوہر کے تھکے ہوئے دماغ کے لئے علاج شافی ہے۔ یہاں آکر اسے ایسی دنیا کا احساس ہوتا ہے جہاں وہ دماغی انتشار، مخالفوں کے اعتراضات، اور سیاسی ہنگامہ آرائیوں سے کوسوں دور پاتا ہے بیگم مسولینی کو کبھی اس کا اندازہ نہ ہو سکا کہ ان کے شوہر آجکل کی دنیا میں کس قدر عظیم شخصیت کے مالک ہیں۔

سنہ ۱۹۲۲ء میں مسولینی کا مشہور و معروف "روما میں داخلہ" عمل میں آیا۔ اس کے ساتھ ہی میلان کی دس سالہ پرامن زندگی کا بھی خاتمہ ہو گیا۔ ریچلے نے اس سلسلہ میں اپنے شوہر کی بار بار کی غیر حاضری کو بہت

ہی رنج وغم کے ساتھ برداشت کیا۔ وہ اپنی فطرت اور طبیعت سے۔ ایسی واقع ہوئی ہیں کہ نہ تو انہوں نے کبھی اپنے شوہر سے اس سلسلہ میں کوئی سوال کیا اور نہ کبھی اسے کسی کام سے روکا۔ سنورا مسولینی کے لئے یہ ناممکن تھا کہ وہ اپنے شوہر کی کوششوں اور انکی سرگرمیوں میں کسی قسم کا حصہ لیتیں۔ اس لئے انھوں نے اپنے لئے یہی مناسب خیال کیا کہ گھر میں بیٹھے اپنے شوہر کی منتظر رہا کریں۔ اس دوران میں اطالیہ کا یہ آمر فاشستی سیاست کے میدان میں اپنے قدم نہایت مضبوطی کے ساتھ جما چکا تھا۔ اب یہ دونوں میاں بیوی اپنی اپنی انفرادی زندگی بسر کرنے کے عادی ہو چکے تھے۔ اب مسولینی بادشاہوں اور شہزادوں کے حلقہ میں ان کے اصولوں میں اصلاح اور اہل سیاست کے حلقوں میں کابینہ کی تشکیل اور وزرار کے تقرر کے لئے گھوم رہا تھا۔ بیگم مسولینی اطالیہ کے ایک اوسط طبقہ کی بیوی کے مانند بے لطف اور بے رنگ زندگی بسر کر رہی تھیں۔ مسولینی کے آمر بنتے ہی وہ عالی شان محلات میں نہیں بھیج دی گئیں۔ وہ پہلے کی طرح اپنے مکان میں صرف دو ملازموں کے ساتھ جو گھریلو کام میں ان کی مدد کیا کرتے تھے۔ اپنے دن کاٹ رہی تھیں۔ جب ان کے لڑکے مدرسہ جاتے تو یہ بھی ان کے پہنچانے کے لئے ساتھ ساتھ جاتیں۔ حالات کے اس فوری تغیر سے وہ متاثر نہیں ہوئیں کیونکہ ان کی سادہ دل کسان جیسی طبیعت کبھی اس کی متقاضی نہ ہو سکتی تھی۔

زمانے کی نیرنگیوں کی وجہ سے وہ ایک دوسرے سے جدا بھی ہوگئے تھے۔ تب بھی ایک تعلق ــ اولاد ــ ایسا تھا جس کی وجہ سے ان میں ہمیشہ میل جول باقی رہا۔ بیگم مسولینی اپنی گھریلو اور خاندانی زندگی سے ہمیشہ خوش رہی ہیں۔ اسکی واحد وجہ مسولینی کی اپنی اولاد سے انتہائی محبت رہی ہے۔ ان کی بڑی اور پہلی لڑکی اڈا بالکل اپنے باپ سے مشابہ ہے اور اس کی تربیت میں ماں کی کوششوں کو دخل نہیں رہا ہے کیونکہ بارہ سال کی عمر سے اس کو بالکل اپنے حال پر چھوڑ دیا گیا ہے دونوں لڑکے بچپن ہی سے مہم پسند واقع ہوئے تھے۔ اور اپنی طاقت و توانائی اسی قسم کے کھیلوں پر صرف کیا کرتے تھے۔ آگے چل کر یہ زندگی کے ایسے دھارے پر پڑ گئے جس نے انہیں فاشستی سپاہی بنا دیا اور یہ پورے جوش و خروش کے ساتھ اپنے باپ کے نقش قدم پر چلنے لگے۔ ان دونون نے حبشہ کی جنگ میں سرگرم حصہ لیا۔ بیگم مسولینی کے لئے یہ بڑا دل ہلا دینے والا اور نازک وقت تھا۔ لیکن اس موقع پر بھی وہ اپنے شوہر کی شخصیت سے مرعوب ہوکر اپنے بچوں کو میدان جنگ پر جانے سے روک سکیں اور نہ اس کی شکایت ہی اپنے شوہر سے کر سکیں۔ اس موقع پر بڑے لڑکے نے اپنے باپ کی طرح ظالم اور تشدد پسند ہونیکا اس طرح ثبوت دیا کہ نہایت بے رحمی کے ساتھ حبشہ کے نہتے اور غریب باشندوں پر بمباری کی اور ساری دنیا کے جذبات کو مجروح کیا۔

۱۹۲۷ء کے بعد بیگم مسولینی کے دو اور بچے ہوئے۔ ابھی ان کی عمریں پندرہ سترہ سال سے زیادہ نہیں ہیں۔ گزشتہ تلخ تجربے کی بنا پر وہ اپنے ہی جھونپڑے میں ان دونوں کی پرورش نہایت عزم و احتیاط اور پوری محبت مادری کے ساتھ کر رہی ہیں کیونکہ اس سے پہلے ان کے دونوں جگر گوشے اس جنت ارضی سے چھین لئے گئے تھے۔ مسولینی کو اپنی سب سے چھوٹی لڑکی انا ماریا سے بے حد محبت ہے شاید ۱۹۱۲ء سے لیکر ۱۹۲۲ء کے بھولے ہوئے زمانے کے بعد اسی لڑکی کی بیماری نے مسولینی اور ریچلے کو دوبارہ ایک دوسرے سے قریب کر دیا جب تک یہ لڑکی تندرست نہ ہولی۔ مسولینی اپنی تمام مصروفیات سے ہاتھ اٹھا کر اپنی بیوی کے ساتھ اس لڑکی کی تیمارداری میں مصروف رہے ریچلے کو اپنے شوہر سے اس قربت کے موقعہ پر اور وہ بھی آزمائش کے موقع پر وہ دن ضرور یاد آئے ہونگے جبکہ انہوں نے اپنی زندگی کے بہترین ایام — دس سال گزارے تھے۔

ریچلے الگتونی ایک معمولی کسان کی بیٹی، اس وقت ڈونا ریچلے، اور بادشاہ کی بھتیجی بنی ہوئی ہے۔ ان کے شوہر اطالیہ کے سب سے بڑے اعزاز سے سرفراز کئے گئے ہیں۔ لیکن ان کی پچیس سالہ ازدواجی زندگی کے دوران میں انکی رمتی برابر بھی تغیر نہیں ہوا اس وقت بھی ان کی حیثیت معمولی کسان عورت سے زیادہ نہیں ہے۔ انھوں نے اپنے ماحول میں جس کی تخلیق کی وہ خود ذمہ دار ہیں

بہت معمولی صحت مند اور حیات پرور زندگی بسر کی ہے ۔ انہوں نے کبھی اعلیٰ طبقہ کی عورتوں کی ریس کرنے کی کوشش کی اور نہ کبھی اپنے شوہر کی طرح تعلیم یافتہ عورتوں کو اپنے گرد جمع کیا۔ اسی وجہ سے ان کی وہ فطری دلکشی جوان کا طرۂ امتیاز ہے ان سے زائل نہ ہو سکی دنیا کے نشیب و فراز نے انھیں اور بھی جفاکش، زیادہ محنتی اور ہر حال میں قانع بنا دیا۔ اپنے شوہر کے بعد اگر وہ کسی کے زیر اثر ہیں تو وہ ان کا دہقانی فلسفہ ہے۔ اگر انہوں نے زندگی کی ہموار اور شاندار سڑکوں اور شاہ راہوں کو چھوڑ کر اپنے لئے کوئی غیر معروف پگڈنڈی پسند کی ہے تو محض اس لئے کہ اس راہ میں اطمینان اور سکون نصیب ہوتا ہے آپ ہم اپنی تیز رفتاری کی وجہ سے ایسے راستے پر چلنے سے معذور ہیں۔ اور اسی لئے اس اطمینان قلب سے محروم ہیں جو ان کے چلنے کا حصہ ہے۔ اگر وہ چاہتیں تو شہرت کی گاڑی میں اپنے شوہر کے پہلو میں بیٹھ سکتیں۔ لیکن انھوں نے اپنے لئے یہی پسند کیا کہ وہ صرف اپنے شوہر کو سیاسی معاملات میں فاتحانہ حصہ لیتے ہوئے فخر کے ساتھ دیکھا کریں۔ اپنی دیہاتی حسین اور معصوم دنیا میں روزمرہ کے فرائض انجام دیتی رہیں۔ اور اس کو ہر طرح کے وسوسوں اور اندیشوں سے بالکل محفوظ و پاک رکھیں۔ ان کو اس نعمت سے کون محروم کر سکتا تھا؟ یہ ان کے شوہر اور دنیا والوں کے بس کی بات نہ تھی کیونکہ ان کا عقیدہ ان لوگوں سے کہیں زیادہ راسخ تھا۔ جو ہمیشہ

توہم پرستی میں مبتلا رہتے ہیں۔ یہ بہت ممکن تھا کہ ان کے شوہر کی عظمت اور شہرت ایسا کم ظرف بنا دیتی کہ وہ بھی اشتہار بازی کے ذریعہ اپنا نام اور اپنا وجود دنیائے علم میں لاتیں۔ یا یہ بھی ہوسکتا تھا کہ سنورا مسولینی اپنے شوہر کی منور شخصیت کے پرتو سے خود بھی چمکنے کی کوشش کرتیں۔ یا پھر خوشامد اور چاپلوسی ہی کو اپنا ذریعہ شہرت بناتیں۔ لیکن وہ دوسرے کی حاصل کردہ عظمت کو اپنے لئے ایک لمحہ کے لئے بھی گوارہ نہ کرسکتی تھیں، خواہ یہ عظمت خود ان کے شوہر ہی کی کیوں نہ ہو اسکے برخلاف انھوں نے اپنے لئے ایک معمولی عورت جیسی زندگی پسند کی۔ کیا یہ خود ان کی بڑائی کی دلیل نہیں ہے؟ ان کا "مقصد حیات" صرف اتنا ہی تھا کہ وہ اپنے شوہر کی خدمت اور اپنے بچوں کی پرورش و تربیت کیا کریں۔ وہ اپنی خواہش کا اظہار اکثر ان الفاظ میں کیا کرتی تھیں "بنیٹو کی خبرگیری میں بذات خود کرنا چاہتی ہوں۔"

مسز چرچل

مسٹر ونسٹن چرچل وزیراعظم برطانیہ کی پوری شاندار زندگی میں ان کی بیوی کی دلکش شخصیت کا بڑا خاموش اثر رہا ہے۔ مسز چرچل اس سیاسی اعظم کی زندگی کا جزو لاینفک ہیں۔ لیکن انہوں نے حتی الامکان اس بات کی کوشش کی ہے کہ شہرت اور نام آوری سے کنارہ کش ہی رہیں۔ مگر اس کے یہ معنیٰ نہیں کہ انہوں نے اپنے آپ کو سیاسی اور دوسری سرگرمیوں سے علیحدہ رکھا ہے جن میں ان کے شوہر گھرے رہتے ہیں۔ وہ خود بھی اپنی دلچسپی اور لگاؤ کی وجہ سے ان معاملات میں بہت تیز نظر واقع ہوئی ہیں۔ یہ صحیح ہے کہ مسز چرچل اپنے شوہر کی سرکاری زندگی کے مختلف شعبوں میں عملی حصہ نہیں لیتیں، لیکن یہ بھی واقعہ ہے کہ وہ ان پر بلواسطہ اثر انداز ہوتی

رہی ہیں۔ سرکاری تقریبوں میں اپنے شوہر کے ساتھ ان کی موجودگی کا علم عام لوگوں کو حال ہی میں ہوا ہے۔ اور وہ بھی صرف گزشتہ دو سالوں میں۔ مسٹر چرچل کی سیاسی زندگی کے پورے ابتدائی زمانے میں جب کہ وہ برطانوی کابینہ کے سب سے کم سن رکن کی حیثیت سے اپنے کارناموں کے ذریعہ دنیا کو محو حیرت بنا رہے تھے تو اس وقت مسز چرچل پبلک موقعوں پر بہت کم ان کے ساتھ نظر آتی تھیں انھوں نے شہرت سے بچنے کی ہر طرح کوشش کی ہے۔ گویا انہیں اس سے سخت نفرت ہے۔ اس کی وجہ غالباً یہ ہے کہ ان کے وقت کا بیشتر حصہ بڑی حد تک انتظام خانہ داری اور اپنے بچوں کی نگہداشت میں صرف ہو جاتا ہے۔ اس کا ایک دوسرا سبب ان کی ابتدائی تعلیم و تربیت بھی ہے۔ ان کی والدہ لیڈی ہوزائر۔ آرل آف آرہی کی بیٹی تھیں اور ان کا تعلق انگلستان کے ایک انتہائی قدامت پرست خاندان سے تھا۔ لیڈی ہوزائر اخباروں اور اخبار کے نامہ نگاروں سے بہت گھبراتی تھیں۔ ان کے متعلق لیڈی صاحبہ کا خیال تھا کہ وہ بیہودہ گو اور بکواسی ہوتے ہیں۔ وہ ایسے لوگوں اور خاصکر ایسی عورتوں کو جو نامہ نگاروں کا شکار ہو جاتی ہیں نہایت ہی عامیانہ خیال کرتی تھیں۔ ان کے بچے بھی یہی خیال لے کر بڑے ہوئے اور انہیں ابتدائی اثرات کا نتیجہ ہے کہ مسز چرچل شہرت کے ہر ذریعہ سے اجتناب کرتی ہیں یہ بات ان کے دل کی گہرائی میں

اتر چکی ہے اسی لئے ان کا خیال ہے کہ اخباروں میں جس شخص کے
متعلق جتنی زیادہ باتیں بیان کی جائیں، یا اس کی جتنی زیادہ تصویریں
شائع ہوا کریں سمجھنا چاہئے کہ اس کی تربیت اچھی نہیں ہوئی ہے۔

مسز چرچل کو اس تعصب کے دور کرنے میں تقریباً اپنی پوری
عمر صرف کرنی پڑی ہے۔ لیکن چونکہ وہ خود ایک فریس اور دانشمند
خاتون ہیں اس لئے اب ان کا خیال یہ ہے کہ ان کی والدہ کا نظریہ
از کار رفتہ ہو چکا ہے۔ بایں ہمہ انہوں نے صرف حال ہی میں
اپنے شوہر کے ساتھ سرکاری تقریبوں میں شرکت پر اپنے آپ کو
آمادہ کیا ہے۔

مسٹر چرچل اپنی جوانی میں بھی نہایت سنجیدہ مزاج تھے۔
فیشن پرستی اور اسی قسم کی دوسری رسمیات کی طرف وہ بہت کم
توجہ کیا کرتے تھے۔ ان کا اپنے زمانہ اور اپنے طبقہ میں سب سے
زیادہ بھونڈے طریقہ پر کپڑے پہننا ضرب المثل بن گیا تھا۔ وہ
اپنے بھائی کے بالکل ضد تھے جن کے ساتھ وہ رہا کرتے تھے۔ ان
سب باتوں کے باوجود وہ اپنے دوستوں کے لئے ایک بہترین ساتھی
تھے۔ لوگ ان کے نام کے ساتھ دو عورتوں کے نام لیا کرتے تھے جن
میں سے ایک امریکہ کی مشہور اداکارہ تھی۔ لیکن لوگوں کا یہ خیال
غلط ثابت ہوا۔ مسٹر چرچل ڈنڈی کی نئی اسکیم کی تشکیل میں سرگرداں
تھے کہ ان کی ملاقات مس کلے من ٹائیں ہوزائر سے ہوئی۔ جن کا

کا خاندان اس ضلع میں کافی ذی اثر سمجھا جاتا تھا۔ ان کی یہ ملاقات بہت جلد ایک رومان میں تبدیل ہوگئی۔ اس رومان میں کسی قسم کی غیر معمولی یا کوئی خاص بات نہ تھی۔ دونوں نے انفرادی طور پر ہی محسوس کیا کہ وہ ایک دوسرے کے نہایت موزوں شریک زندگی بن سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ مسٹر چرچل کی حسین اور زندہ دل ماں لیڈی ایڈالف چرچل اور مسز چرچل کی سخت گیر والدہ لیڈی ہوزائر کی دوستی بھی بڑی حد تک ان دونوں کی شادی میں ممد و معاون ثابت ہوئی۔

سماج کی ہزاروں شادیوں کی طرح مسٹر ونسٹن چرچل کی شادی بھی ۱۹۰۸ء میں اس تقریب کے موسمی زمانہ میں ہوئی۔ اس موقعہ پر بادشاہ سلامت اور ملکہ معظمہ کے علاوہ کابینہ کے تمام اراکین، دوست احباب اور عزیز اقارب نے اس کے پاس شادی کے تحفے بھیجے۔ اس کے بعد رواج کے مطابق انہوں نے "ہنی مون" کا زمانہ پہلے ہلس ہیم اور بعد میں پیرس سے ہوتے ہوئے یورپ کے اور مقامات میں بسر کیا۔ مسٹر چرچل نے اور شادی شدہ لوگوں کی طرح جو زندگی کی اس منزل میں قدم رکھتے ہی گمنامی شکار ہو جاتے ہیں، اس سے اپنے آپ کو محفوظ رکھا۔ گذشتہ ۳۴ سالوں میں مسٹر چرچل سیاست کے میدان میں سرگرم عمل دیکھے گئے ہیں تو کبھی دنیا نے ان کو ایک مدبر کی حیثیت سے واقعات عالم خاموشی کے ساتھ مطالعہ کرتے بھی دیکھا ہے۔ مسٹر چرچل کی شادی ان کے لئے ایک مہم کی حیثیت رکھتی ہے

کیونکہ شادی کے وقت وہ زیادہ مالدار آدمی نہ تھے۔ ان کی آمدنی
کا سارا انحصار کابینہ کے ایک رکن کی حیثیت سے ان کی تنخواہ یا پھر
ان کی قلمی کدوکاوش پر تھا اور ظاہر ہے یہ چیز بھی زیادہ تر پبلک کی
خوشنودی یا مذاق پر منحصر ہے۔ اس کے باوجود انھوں نے ایسے اندیش
ناک امکانات پر بہت کم توجہ کی جب ایک مرتبہ انھوں نے منزلی زندگی
میں قدم رکھنے کی ٹھان لی تو اس کے تمام فرائض اور واجبات کے لئے
ہمیشہ سرگرم عمل رہے اور اسے تکمیل کو پہنچا کر چھوڑا۔ مسٹر چرچل شادی
کرکے اپنی بقیہ زندگی میں ہمیشہ ایک قسم کی طمانیت محسوس کرتے رہے

مسٹر چرچل کے متلون مزاج کا لحاظ کرتے ان کی بیوی ان کے
لئے ایک بہترین رفیق زندگی ثابت ہوئیں۔ اپنے شوہر کی دلجوئی، احترام
اور انتہائی مزاج دانی ان کے لئے ہمیشہ ایک محرک کا کام کرتی رہی ہے۔
مسٹر چرچل نے ایک ایسے شخص کی خدمت کے لئے اپنے آپ کو وقف
کر دیا ہے جس کی خیرہ کر دینے والی شخصیت بعض اوقات ان کے لئے تکلیف دہ
اور تھکا دینے والی ثابت ہوتی تھی۔ لیکن اس کے باوجود انھوں نے
ہم آہنگی کا ثبوت دیا۔ اس کے علاوہ انہیں مسٹر چرچل جیسے شخص کے
تھکے ہوئے دماغ کو سکوں پہنچانے اور ان کی پبلک زندگی میں
ان کی رہنمائی اور مدد کرنیکا کام بھی انجام دینا پڑتا تھا۔ یہ سب کام
کس قدر دشوار گزار اور کٹھن ہیں۔ ایک ایسے بڑے اور مشہور آدمی کی بیوی
جان سکتی ہے۔ لیکن مسز چرچل پوری طرح مطمئن ہیں کہ جب کبھی ان کے

شوہر کو ان کی مدد کی ضرورت ہوئی، ایسے موقعوں پر وہ کبھی ناکام نہیں رہیں
ایسے عہد اور ایسی جماعت میں پیدا ہوکر جہاں سیاسی الجھاؤ انتہا
کو پہنچا ہوا تھا۔ کلیمین ٹائیں چرچل کو اپنے ماحول سے مطالبات پیدا
کرنے میں کچھ زیادہ دقت پیش نہیں آئی۔ مسٹر چرچل کی بیوی کی حیثیت
سے وہ معاشری اور سیاسی نقطۂ نظر سے ایک نمایاں شخصیت کے مالک رہی
ہیں۔ لیکن بعض معاشری موالغات سے مجبور ہوکر وہ ان معاملات میں
فاعلانہ حصہ نہیں لیں۔ جب کبھی انھوں نے سیاسی معاملات میں دلچسپی لی
ہے تو نہایت سنجیدگی اور خندہ پیشانی کے ساتھ ان کو سلجھانے کی کوشش
کی ہے (Suffragette) تحریک سے ان کو پوری ہمدردی تھی، حالانکہ
ان کے شوہر اس تحریک کے مخالف تھے۔ اس سلسلے میں تحریک کے
حامی مسٹر چرچل کی مسلسل مخالفت کر رہے تھے اور ان کے جلسوں
میں خلل انداز ہو رہے تھے۔ اسی زمانہ میں ساؤتھ پورٹ میں ایک
جلسہ تھا۔ اور اس بات کی پوری کوشش کی گئی تھی کہ مداخلت کرنے
والوں کو وہاں پہنچنے نہ دیا جائے۔ لیکن اس کے باوجود تین لڑکیاں
کسی نہ کسی طرح جلسہ گاہ کے ہال کی چھت پر چھپ گئیں اور روشن دانوں
سے سر نکال کر ووٹ دینے کے لئے کہا۔ ان کی یہ حرکت حاضرین کے
لئے ایک تماشہ بن گئی۔ مسز چرچل اپنے شوہر کے ساتھ شہ نشین پر بیٹھی
ہوئی تھیں، انھوں نے لڑکیوں کو ہاتھ سے اشارہ کیا کہ وہ وہاں سے
فوراً ہٹ جائیں۔ لیکن مسٹر چرچل نے کسی قسم کی ناراضی کا اظہار

نہیں کیا۔ ان افواہوں کے باوجود کہ اس تحریک کے حامی عورتوں کی حق رائے دہی کے لئے ان کی لڑکی ڈائنا کو بطور یرغمال اپنے پاس روک رکھنا چاہتے ہیں۔ ان کی طرف کوئی توجہ نہیں کی۔ اور عورتوں کی اس تحریک کی پرجوش حامی رہیں۔ یہ ساری تفصیلات یہ ثابت کرنے کیلئے کافی ہیں کہ وہ اپنے شوہر کی "آواز بازگشت" نہیں ہیں۔ مسٹر چرچل جیسی زبردست شخصیت کے ساتھ رہتے ہوئے بھی انہوں نے اپنے کردار اور اصولوں کی انفرادیت کو برقرار رکھا ہے۔

منزلی زندگی کے ابتدائی زمانہ میں ان کے دو بچے ڈائنا اور رنڈالف۔ پیدا ہوئے۔ اس زمانہ میں لوگ بچوں کا ہونا نہ صرف ضروری بلکہ لازمی سمجھتے تھے۔ مسز چرچل نے ان دنوں اپنے وقت کا بیشتر حصہ بچوں کی دیکھ بھال اور پرورش میں صرف کیا ہے۔ جنگ عظیم کے پرآلام اور مصیبت خیز زمانے میں ان کے سارا اور میاری گولڈ پیدا ہوئے۔ ایسے امن سوز زمانہ میں مسز چرچل اپنے خاندان اور اپنے معروف شوہر اور گھر کی دیکھ بھال کے ساتھ ساتھ اپنے وطن اور ملک کی خدمت میں مصروف تھیں۔ ان کے ذمہ فوجوں کے لئے شراب مہیا کرنے کے علاوہ اور بھی خدمات تھے۔ ان کے لئے یہ بڑی آزمائش کا زمانہ تھا، لیکن ہر موقع پر ثابت قدم رہیں۔ اسی زمانے میں اس کے تین سالہ بچے میاری گولڈ نے نمونیہ سے انتقال کیا۔ مسز چرچل نے اس وقت محسوس کیا کہ ان کی خانگی زندگی تقریباً ناقابل برداشت ہوگئی ہے

لیکن ایک سال کے بعد میری کی پیدائش نے بہت بڑی حد تک انکے غموں کو ہلکا کر دیا۔

ایک حقیقی میزبان کی حیثیت سے مسز چرچل اپنے دسترخوانوں کے لئے کافی شہرت رکھتی ہیں۔ یہ بات کچھ تعجب خیز نہیں کہ وہ اپنے شوہر کے لئے ایک بہترین باورچن ہیں۔ مسٹر چرچل انواع واقسام کے بہترین کھانوں کے بڑے شائق ہیں۔ ان کے لئے عشائیہ دن کے اہم مصروفیات میں سے ایک ہے۔ جیسا کہ خود انھوں نے اس کا اظہار کیا ہے عشائیہ کی میز پر اپنی بیوی کو اپنے مقابل بیٹھا دیکھنا ان کے لئے ایک نعمت سے کم نہیں۔ مسٹر چرچل شراب کے "ماہر" ہیں اس لئے ان کی بیوی کے فرائض میں یہ بھی داخل ہے کہ وہ اچھی قسم کی شراب کا اہتمام کیا کریں۔ مسز چرچل کے لئے سب سے بڑا مشکل کام اپنے شوہر کے سگاروں پر راشننگ قائم رکھنا ہے۔ چرچل کثرت سے سگار پینے کے عادی ہیں۔ اور اپنی بیوی کی آنکھ بچا کر، یا ان کو ذرا بھی غافل پا کر سگار اڑا لے جاتے ہیں۔

مسز چرچل ایک عمدہ تربیت یافتہ ستھرا اور سادہ مذاق رکھتی ہیں ان کے اور ان کے بچوں کے لباس اور گھر کے رکھ رکھاؤ سے اس کا پوری طرح اندازہ ہوتا ہے۔ وہ بچپن ہی سے نمود و نمائش سے احتراز کرتی رہی ہیں، اس لئے ان کی ہر حرکت سے انکسار اور متانت کا اظہار ہوتا ہے۔ دوشیزگی کے زمانہ میں وہ اپنے سنہری بالوں کے

سنوارنے میں دلچسپی لیا کرتی تھیں۔ اور بیچ سے مانگ نکالا کرتی تھیں۔
لیکن بدلتے ہوئے زمانے اور عمر کی پختگی کے ساتھ ساتھ انہوں نے طرز
آرائش کو بھی بدل دیا ہے۔ اور اپنے بھورے بالوں کو ایک کچھے
کی صورت میں سر کے اوپر جما لیتی ہیں۔ حقیقی معنوں میں جنگی کفایت
کے پیش نظر وہ کپڑوں کے زیادہ تعداد میں جمع کرنے سے احتراز کرتی ہیں
حالانکہ جنگ سے پہلے وہ اچھے کپڑوں کی بڑی شائق تھیں لیکن اپنے
نسوانی مذاق کے تحت انھیں طرح طرح کی جدید فیشن کی الماریاں
جمع کرنے کا بڑا شوق ہے۔ عمر کے ساتھ ساتھ انکے ڈیل ڈول میں بھی
کچھ تبدیلی ہوتی گئی ہے لیکن اپنی ماں کی تبدیل شدہ ہیئت کے
برخلاف یہ دبلی پتلی اور نازک اندام ہیں ان کے حرکات وسکنات
اور لباس میں بہت بردباری پائی جاتی ہے۔ وہ ہر قسم کی بازاری
اور چھچھوری باتوں اور نت نئے فیشنوں سے اپنے آپ کو بہت دور
رکھتی ہیں۔ مثلاً ان کے ابرو بہت گھنے اور چوڑے ہیں، لیکن انہوں
نے اپنے ابرو کو کبھی باریک بنانے کی کوشش نہیں کی حالانکہ انگلستان
میں ان کی عمر کی عورتیں عام طور پر ایسا ہی کرنے لگی ہیں۔

اپنے دیہاتی مکان کے باغ میں اپنے دن گزارنے میں وہ اتنی
ہی مسرت محسوس کرتی ہیں جتنی کہ مسٹر چرچل باغبانی میں۔ وہ ہمیشہ
ایک مہتمم کی حیثیت سے باغ کی نگرانی اور انتظام کیا کرتی ہیں مسٹر
چرچل باغ کی کیاریاں اور چھوٹے چھوٹے آبشار بنانے، کنکر پتھر اور

کورا کرکٹ باغ سے نکالنے میں مصروف رہتے ہیں۔ یہ باغ مسٹر چرچل کے لئے سیاسی اور پبلک زندگی کے ہنگاموں سے نکلکر پناہ لینے کا مقام اور دماغی انتشار دور کرنیکا ایک بہترین مشغلہ ہے۔ مسٹر چرچل کی تعطیلات کے وہ ایام جو دور دراز ملکوں کے سفر اور بڑے جانوروں کے شکار میں کٹ جایا کرتے تھے۔ مسز چرچل کے لئے بڑے مسرت انگیز ہوا کرتے تھے۔ مسٹر چرچل اپنی بیوی کے آگے اہم اہم تقریروں کے مسودہ پڑھ کر سنایا کرتے ہیں اور وہ کبھی کبھی اپنے مشورے بھی دینے کی کوشش کرتی ہیں۔ اکثر تو ایسا ہوتا ہے کہ وہ ان تقریروں کو اس طرح بیٹھی خاموشی سے سنتی ہیں جیسے ان سے انہیں بالکلیہ اتفاق ہے۔ جب کبھی مسٹر چرچل بیت العوام میں کوئی اہم بیان دینے والے ہونے ہیں یا انہیں کوئی خاص اعلان کرنا ہوتا ہے تو اس دن مسز چرچل اپنی صاجزادیوں کے ساتھ بیت العوام میں ضرور موجود ہوتی ہیں ایسے موقعوں پر مسٹر چرچل اپنا بیان شروع کرنے سے پہلے بیوی کو سلام کے لئے ہاتھ اٹھانے سے کبھی نہیں چوکتے۔ یقیناً مسز چرچل کے لئے یہ ایک بڑا اعزاز ہے، اور احترام اور خلوص کی ایک ہدیہ ہے جو ایسا زبردست سیاس اپنی بیوی کو پیش کر سکتا ہے۔ مسٹر چرچل اپنی اسس وضع کے اس وقت سے پابند ہیں جب کہ وہ پارلیمنٹ کے رکن تھے۔ اور ان کی بیوی ابھی دُلہن ہی تھیں۔

یہ کہنا مبالغہ ہو گا کہ اس بڑے آدمی کا کردار اس کی بیوی کا رہین منت ہے، لیکن یہ واقعہ ہے کہ کلیمین ٹائیں چرچل جیسی رفیق زندگی اگر انہیں نہ ملتی تو وہ اتنے بڑے آدمی نہ ہوتے جتنے بڑے وہ آج ہیں۔

۴۔ مسز روز ولٹ

"ممالک متحدہ امریکہ کی پہلی عورت" یعنی مسز الی نار روز ولٹ اتنی ہی اہم شخصیت کی مالک ہے جتنی کہ خود صدر امریکہ۔ مسز الی نار روز ولٹ کو امریکہ کی اسپرٹ کی نمائندہ خیال کرنا بالکل بجا ہے کیونکہ ان کا جوش عمل اور معاملات میں ان کی راست بازی اس کا بین ثبوت ہیں۔ ان کے متعلق یہ خیال کرنا غلط ہوگا کہ ان کی بڑائی اور عظمت کسی اور شخصیت کی مرہون منت ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ ان کی شخصیت بہت سارے اہم ترین قومی معاملات کو متاثر کرتی رہتی ہے۔ حق تو یہ ہے کہ روز ولٹ اور ان کی رفیق زندگی دونوں پوری ہم آہنگی کے ساتھ کام کرتے ہیں۔

الی نار روز ولٹ امریکہ کے اس خط کی پیداوار ہیں جو دنیا کے مستقبل کی فلاح و بہبود کی شعاع امید کو اکساتا ہے۔ امریکہ کی جوان

اور نوخیز قوم، جس کی تاریخ ابھی بنی نہیں بلکہ بن رہی ہے، اپنے اندر ترقی کا جوش خروش اور قدماء کے لئے انتہائی عزت وتوقیر کے جذبات رکھتی ہے۔ لیکن قدماء کو سمجھنا اس کے لئے ایک مشکل امر ہے۔ اس لئے اب اس کی ساری کوشش یہی ہے کہ قدیم علوم کی روح کو جدید قالب میں پیش کرے اور اس کوشش میں جتنی کسر رہ گئی ہے اس کو جلد سے جلد پوری کر لے۔ یہی وجہ ہے کہ ہر نوجوان خواہ وہ عورت ہو کہ مرد محنت ومشقت اور ہنر مندی میں ایک طرح کی لذت محسوس کرتا ہے۔ اس لحاظ سے اہل امریکہ کے ذہنی تصور کا مجسمہ اور ان کے اسپرٹ کا مظہر پریسیڈنٹ روز ولٹ کی بیوی سے بہتر کوئی نہیں ہو سکتا۔ اگر ان کی سرگرمیوں کا سرسری جائیزہ لیا جائے تو معلوم ہوگا کہ انھوں نے اپنی ساری کوششیں ان فرائض کی تکمیل کے پیچھے لگا دی ہیں جو ان کے شوہر پہ دوسرے اور فرائض کے ساتھ ساتھ عائد ہوتے ہیں۔ کبھی ایسا نہ ہوا کہ ان دونوں کے نقاط نظر ایک دوسرے سے ٹکرا گئے ہوں۔ انھوں نے اپنے خیالات میں یک رنگی پیدا کر لی ہے۔ ہر ایک نے علم وعمل کے الگ الگ میدانوں میں کام کیا ہے لیکن اسی نقطۂ نظر کے ساتھ کہ ان کے اشتراک عمل کی گاڑی کسی جگہ بھٹکنے نہ پائے۔ الی نار روز ولٹ نے متعدد کام بڑی محنت اور جانفشانی کے ساتھ کئے ہیں تاکہ وائیٹ ہاؤز میں ان کے شوہر کی زیادہ سے زیادہ شہرت

عزت اور نام آوری ہو۔ اس طرح کے ایثار میں ان دونوں کے شریک زندگی ہونے اور بازیچۂ حیات میں برابر کے حصہ دار ہونے کے تخیل کو زیادہ دخل رہا ہے۔ ان لوگوں کی زندگی میں کبھی کسی قسم کی تفریق کا سوال پیدا نہیں ہوا۔ ان میں ہمیشہ کامل اتفاق رہا، اور اپنے اثر اور عمل سے وہ عوام کی فلاح و بہبود کے لئے ہمیشہ کوشاں رہے ہیں۔ ان کی کامیابی کا پورا پورا اندازہ ان کی عام مقبولیت یا کسی مادی عظمت سے نہیں ہو سکتا۔ اس کا اندازہ ان سخت اصولوں کے علم سے ہوتا ہے جن پر کاربند رہ کر انہوں نے اپنی قوم کے لئے اعلیٰ مقاصد میں کامیابیاں حاصل کی ہیں۔ ان مقاصد کے حصول میں الی نار روز ولٹ نے اپنے آپ کو پریسیڈنٹ روز ولٹ کی نہایت جفاکش رفیق ثابت کیا ہے۔

مسز الی نار روز ولٹ، تھیوڈر روز ولٹ کی برادر زادی ہیں اس لئے شادی سے پہلے ہی وہ پریسیڈنٹ کے گھرانے کے طور طریق سے خوب واقف تھیں۔ لیکن یہ بات کبھی ان کے حاشیہ خیال میں بھی نہ آئی ہو گی کہ آئندہ چل کر انھیں وائیٹ ہاؤز میں ایک اہم خدمت انجام دینی پڑے گی۔ انہوں نے کچھ دنوں لندن میں میڈم سووسٹر کے اسکول میں بھی تعلیم حاصل کی ہے کیونکہ یہ ایک کافی مال دار خاندان کی رکن ہیں۔ بیس سال کی عمر میں وہ ان تمام لوازمات زیب و زینت سے آراستہ و پیراستہ نیویارک کی سماجی زندگی میں جلوہ گر

تھیں جو نیویارک کی سماجی زندگی کے لئے ناگزیر سمجھے جاتے ہیں لیکن
شادی کے ایک سال بعد ہی وہ اس پر از تصنوع زندگی سے بیزار
ہو گئیں۔ ناقدانہ نظر سے دیکھا جائے تو اس کی وجہ یہی معلوم ہوتی
ہے کہ انہوں نے زندگی کو بہت سنجیدہ نظر سے دیکھا اور اسکو بہت
سنجیدہ پایا ہے اسی کا نتیجہ تھا کہ وہ ایک نوجوان رنگین مزاج لڑکی کی
طرح عیش و طرب میں زیادہ دن نہ گزار سکیں۔ انھوں نے اس چیز
کو اچھی طرح محسوس کر لیا ہے کہ حقیقی معنوں میں حسن ظاہری نہیں بلکہ
باطنی ہوا کرتا ہے۔ اس حسن باطنی کی قدر مرد اور عورت دونوں کے
نزدیک حسن ظاہری سے یقیناً کہیں زیادہ ہوا کرتی ہے۔ مسز روز
ولٹ نے اپنی زندگی کو اعلیٰ مقاصد کے لئے وقف کر کے خدمت خلق
کے اس فرض کو ادا کرنا چاہا ہے جو ہر شخص پر بحثیت انسان اور ایک
فرد معاشرہ عائد ہوتا ہے۔ ان کے ان تمام اعلیٰ مقاصد کے باوجود
کچھ لوگ ان کے مخالف بھی ہیں، اور دنیا کے دستور کے مطابق انکی مخالفت میں
کچھ نہ کچھ کہتے ہی رہتے ہیں۔ پہلی مرتبہ جب انہوں نے لاسلکی کے
ذریعہ ایک تقریر نشر کی تو بعض لوگوں نے ان پر الزام لگایا کہ وہ اس
طرح اپنی شخصیت کا اشتہار دے رہی ہیں۔ لیکن عوام کو یہ کبھی معلوم
نہ ہو سکا کہ ۱۹۳۳ء میں مسز روز ولٹ دی منس ٹریڈ یونین لیگ
کے ناظم کو یہ اطلاع دی تھی کہ وہ اس ادارہ کی امداد ماہانہ ۱۲۰۰ ڈالر
سے کیا کریں گی تاکہ وہ سرگرمی کے ساتھ ملک کی خدمت کرتا رہے۔ کچھ لوگو

کو اعتراض ہے کہ پبلک زندگی سے ان کی دلچسپی ایک پریسیڈنٹ کی بیوی کی حیثیت سے انہیں زیب نہیں دیتی۔ بہر حال وہ ممالک متحدہ میں "پہلی عورت" کے لقب سے یاد کی جاتی ہیں۔ لیکن انہوں نے اکثر لوگوں سے اس کا اظہار کیا ہے کہ سیدھے سادھے الفاظ میں مسز روز ولٹ ہیں اور "پہلی عورت" کہلانا ان کے لئے کبھی باعث فخر نہیں رہا۔ ان کے شوہر اپنے ذاتی خصوصیات اور جائز طور پر صدر جمہوریہ ہیں اور وہ اسی پر فخر کرتی ہیں ان کی ہمیشہ یہی خواہش رہی ہے کہ وہ صدر جمہوریہ کی بیوی کی حیثیت سے ہی اپنے فرائض انجام دیتی رہیں۔ ان کا خیال ہے کہ مختلف قومی خدمات انجام دیتے وقت انہوں نے اپنے شوہر کے وقار کو کبھی خطرے میں نہیں ڈالا ہے۔

مسز روز ولٹ نے اپنے آپ کو کبھی اس مغالطہ میں مبتلا نہیں کیا کہ ان کی شخصیت تنقید سے بے نیاز ہے۔ اپنے دوست احباب میں بیٹھ کر انھوں نے نہایت خندہ پیشانی کے ساتھ ان تمام تنقیدوں کو سنا ہے جو بلا تکلف ان پر کی جاتی تھیں۔ ایک زمانہ تک وہ ہمیشہ اس بات کی کوشاں رہی ہیں کہ حتی الامکان اپنی کمزوریوں کو رفع کریں۔ مثلاً وہ اپنے ابتدائی زمانہ میں اتنی بے خوف نہیں تھیں۔ لیکن آج کل وہ دماغی اور جسمانی خوف وہراس سے بالکل بے نیاز ہو گئی ہیں۔ وہ جانتی تھیں کہ ان کی آواز کافی بلند ہے اس لئے انہوں نے رفتہ رفتہ اپنے آپ کو اس قابل بنایا کہ ہزاروں بلکہ لاکھوں

کے مجمع میں بلند آواز سے تقریر کر سکیں۔ چنانچہ اب جب کبھی وہ تقریر کرنے کے لئے کھڑی ہوتی ہیں تو انھیں نہ تو مجمع کے رعب کا احساس اور نہ ان کی آواز میں کوئی خرابی پیدا ہوتی ہے۔ اپنی ان تھک کوششوں کے ذریعہ انھوں نے لوگوں کو اپنے طرف متوجہ کر لیا ہے اور امریکی قوم اعتراف کرتی ہے کہ مسز روز ولٹ ان تمام صفات کی حامل ہیں جو ایک پریسیڈنٹ کی بیوی میں ہونی چاہئیں۔

مسز روز ولٹ نے ابھی اپنے عالم شباب میں قدم رکھا تھا کہ ماں باپ دونوں کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ اس حادثہ کے بعد سے ان میں ایک ایسا عزم و استقلال پیدا ہو گیا جو ان کے کردار کی ایک نمایاں خصوصیت ہے۔ یتیم ہو جانے کے بعد انہوں نے بالکل ایک ماں کی ذمہ داری محسوس کرتے ہوئے اپنے چھوٹے بھائی کی پرورش کی اور ایک لمحہ کے لئے بھی اپنے فرض سے غافل نہیں رہیں۔ ان کے شوہر نے جب وکالت کا نفع بخش پیشہ ترک کر کے اپنے لئے سیاست کا میدان منتخب کیا تو انہیں سخت مالی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ لیکن آپ نار دلیرانہ اس رکاوٹ کا مقابلہ کرنیکے لئے تیار ہو گئیں اور ایک خانگی زنانہ اسکول میں انگریزی اور دوسرے مضامین پڑھانے پر ملازم ہو گئیں۔ پھر تھوڑے ہی عرصہ کے بعد ترقی کر کے اسی اسکول کی حصہ دار بن گئیں۔ اسی اسکول میں وہ سنہ ۱۹۲۷ء سے سنہ ۱۹۳۲ء تک اسکول میں تاریخ اور سیاسیات پڑھاتی رہیں۔ دیہی صنعتوں اور خصوصاً امریکہ کے دستی فرنیچر کی صنعت کو ترقی دینے کے لئے انہوں

ہائیڈ پارک نیویارک میں ایک دوکان بھی کھولی تھی جس میں تین اور عورتیں بھی ان کے شریک کار تھیں۔

ان ہمہ گیر قابلیتوں کی عورت میں صحافت کا شوق بھی اپنی جگہ ایک خاص خصوصیت ہے۔ وہ اخبار کے لئے روزانہ ایک کالم لکھتی ہیں جو "مائی ڈے" کے نام سے مشہور ہے۔ وہ ایک اخبار کی ایڈیٹر بھی ہیں جو "بے بینر ٹرسٹ بے بنیز" کے نام سے شہرت رکھتا ہے

مسز روزولٹ کے صدر منتخب ہونے کے بعد انہیں اس کا احساس ہوا کہ وہائیٹ ہاؤز میں اپنی خدمات پیش کرنا ان کے لئے ناگزیر ہے وقت کی تنگی کی وجہ سے انھیں اپنی بہت ساری مصروفیات کو خیرباد کہنا پڑا چنانچہ انھوں نے اسکول میں پڑھانا بند کر دیا۔ لیکن رسالے کی ایڈیٹری کے فرائض بدستور اپنے ذمہ ہی رہنے دیئے۔

الی نار روزولٹ جب کسی مسئلہ کو دلائل کی روشنی میں دیکھتی ہیں۔ اور اس سے انھیں بالکلیہ اطمینان ہو جاتا ہے تو پھر پبلک کی مخالفت سے بہت کم متاثر ہوتی ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ اس بات کی کوشش بھی کرتی ہیں کہ پبلک کے جذبات مجروح نہ ہونے پائیں۔ لیکن جب پبلک کی بیداری کا سوال درمیان میں آجاتا ہے تو وہ اس حد سے بھی گذر جاتی ہیں۔ اس قسم کی ایک درخشاں مثال ایک حبشی نژاد مغنیہ میرین اینڈرسن کا واقعہ ہے۔ نسلی تعصب کے باوجود یورپ نے اپنے دروازے اس فن کارلڑکی کے لئے کھول

دیئے تھے۔ لیکن خود اس کے وطن امریکہ میں سارے تھیٹر ہال اس کے لئے بند تھے۔ انتہا یہ کہ کونسٹی ٹیوشن ہال، جو "دختران جمہوریہ امریکہ" کی ملک میں۔ اس نے بھی اس مغنیہ کی درخواست رد کردی۔ مسز روز ولٹ جو اس انجمن کی بانیوں میں سے ایک تھیں۔ اس طرزِ عمل سے اتنی متاثر ہوئیں کہ اس کی رکنیت سے استعفیٰ دے دیا۔ اس کے بعد انہوں نے کانسٹی ٹیوشن ہال کے سایہ تلے ہی کھلی فضا میں اس حبشی نژاد مغنیہ کا جلسہ رقص سرود کا انتظام کیا۔ اس کام کا نعم البدل یقیناً انہیں مل گیا۔ حاضرین کی ایک بڑی تعداد نے، جس میں حبشی نژاد اور امریکی دونوں تھے۔ آنسوؤں سے ڈبڈبائی آنکھوں سے میریں اینڈرسن کو دیکھا جو ابراہم لنکن کے مرمریں مجسمہ کے نیچے کھڑی گا رہی تھیں "اے وطن! میرے پیارے وطن، یہ سب کچھ تیرا ہی ہے!"

ای نار روز ولٹ اپنے ملک کے نوجوانوں سے بڑی بڑی توقعات رکھتی ہیں۔ ان کا عقیدہ ہے کہ یہی لوگ آگے چل کر بڑے بڑے کام سر انجام دیں گے۔ ان کا خیال ہے کہ قوم کا اہم ترین فرض اپنے نونہالوں کی غور و پرداخت ہے۔ اس فرض سے ذرا بھی غفلت خود اس قوم کے لئے بعض بنیادی مصائب کا موجب ہوتی ہے۔ ان کا دعویٰ ہے کہ دنیا کے مستقبل کا انحصار نوجوانوں کی صحیح تربیت پہ ہے۔ نوجوانوں کی بے چینی اور مجبوری آیا انہیں آمریت کا شکار بنا دیگی یا وہ سچے شہری بن جائیں گے۔ جو نہ صرف اپنی آپ مدد کریں گے بلکہ اپنے کمزور

بھائیوں کو بھی سہارا لیں گے۔ اس کا تمام تر انحصار معقول رہبری پر ہے
مسنر روز ولٹ کا خیال ہے کہ مسئلہ بے روز گاری بھی خالص معاشی
مسئلہ نہیں اور نہ یہ مالی مشکلات کو دور کرنے سے حل ہو سکتا ہے۔ بلکہ
اس کا واحد علاج اخلاقی تربیت ہے۔ اس لئے وہ ہمیشہ اس بات
کی تبلیغ کرتی ہیں کہ بے روز گاروں کو اپنی آپ مدد کرنے کے ذرائع اور
طریقے سکھائے جائیں۔

قوم کی معاشری زندگی میں سیاسیات کی اہمیت جانتے ہوئے
بھی مسنر روز ولٹ کو اس مضمون سے بہت کم دلچسپی ہے۔ انہیں خاص
طور پر فطرت انسانی اور عمرانیات سے دلچسپی ہے۔ اور انہیں مضامین
کی وہ طالب علم ہیں۔ وہ بعض متضاد خصوصیات کی بھی حامل ہیں، مثلاً
استمالی یا اشتراکی نہ ہوتے ہوئے بھی وہ کارکن جماعتوں میں گھوما کرتی
ہیں۔ ان کی ہمیشہ یہی کوشش رہتی ہے کہ عوام کے جذبات کو ابھارنے
کے لئے ایسی جماعتوں کو جو دقتیں پیش آتی ہیں۔ اپنی جد وجہد کے ذریعہ
انہیں دور کر دیں۔ ایک ایسی جماعت سے تعلق رکھتے ہوئے جو امریکہ
جیسے بے جماعت ملک میں طبقہ امرا کہلاتی ہے۔ وہ اپنے مخصوص تربیت
کی وجہ سے صنعتوں کے لئے خانگی مالیہ پر عقیدہ رکھتی ہیں۔ اس عقیدہ
کے باوجود کہ دولت پیدا کرنے والے اس کے مالک بھی ہوتے ہیں، وہ
ایک لمحہ کیلئے بھی یہ گوارا نہیں کر سکیں کہ کارندوں اور مزدوروں کو مزدوری
کم دی جائے۔ یا ان سے زیادہ کام لیا جائے۔ اس کے علاوہ ان کی

ہمیشہ یہی کوشش رہتی ہے کہ مزدور طبقہ کا معیار زندگی بلند سے بلند تر ہو جائے۔ ان کو اس موہوم چیز پر اعتقاد ہے جس کو عمومیت کہا جاتا ہے ان کا خیال ہے کہ مزدوروں اور ان کے مالکوں میں اتفاق اور اشتراک عمل ہی ایک ایسا حل ہے جو معاشی اختلافات کی گتھی کو سلجھا سکتا ہے تجزیہ کرنے پر ان کا یہ خیال کیسا ہی نہ معقول کیوں نہ ثابت ہو۔ لیکن ان کی نیک نیتی اور ان کی خدمات پر کبھی بھی شبہ نہیں کیا جا سکتا انہوں نے تمام ذرائع کو ترقی دینے کی کوشش کی ہے جن پر کسی ملک کی حقیقی ترقی کا انحصار ہے۔

ان کے کردار کا ایک دوسرا رخ یہ ہے کہ انہوں نے امریکنوں کے دل میں اپنے لئے جگہ نکال لی ہے۔ شاید یہ ان کے مزاج کی سادگی اور نمود و نمائش سے اجتناب کا نتیجہ ہے۔ ان کے لئے یہ کام بڑا ہی مشکل تھا۔ کیونکہ وہ کوئی خاص جسمانی حسن کی مالک نہیں ہیں، اور اس کے سوا وہ غیر معمولی حساس طبیعت کی واقع ہوئی ہیں۔ لیکن ہر کام میں ان کے لئے ملک کی عورتوں کے دلوں میں محبت اور مردوں میں عزت و توقیر کے جذبات پیدا کر دیئے ہیں۔ صحافتی دنیا میں ان کے بہت سے دوست ہیں اور وہ ان سے بالکل ایسا ہی برتاؤ کرتی ہیں جیسے اس میدان کے ایک شخص کو دوسرے سے کرنا چاہئے۔ ان دوستوں میں اکثر ایسے بے تکلف دوست بھی ہیں جو ان کو صرف "الی نار" سے مخاطب کرتے ہیں۔ ان کی ہر دل عزیزی اور مقبولیت کا اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ وائٹ ہاؤز

میں کئی مرتبہ یہ دا پیش کیا گیا کہ۔ اگر میم مسٹر روزویلٹ کو نہ پاسکیں تو کیا ان کے ساتھ ہی مسٹر روزویلٹ کو بھی کھو دیں گے۔؟ ایک مرتبہ ایک میم صاحبہ نے جو مسٹر روزویلٹ کی پالیسی سے سخت اختلاف رکھتی تھیں فرمایا "صدر جمہوریہ اور ان کی سیاست کی میں قائل نہیں لیکن مسز روزویلٹ جو کچھ کہتی ہیں وہ باتیں درست ہیں" حقیقت میں یہ ایک بڑا اعزاز تھا جو اس سے پہلے وہ کبھی حاصل کر سکیں۔ اپنے شخصی میل جول سے انہوں نے "پہلی عورت" کا لقب حاصل کیا ہے جس سے وہ پرزور الفاظ میں انکار کرتی ہیں۔

الی نار روزویلٹ فطرتاً ملنسار اور گھر گرہستی طبیعت کی خاتون ہیں۔ شاہ اور ملکہ انگلستان کی آمد کے موقع پر شاہی مہمانوں کی قیام گاہ کا انتظام انہیں کے سپرد تھا۔ اس وقت ان کے پانچ نوجوان بچے ہیں۔ اس کے علاوہ تین اور بچوں کی بھی وہ "عارضی" ماں ہیں جو موجودہ جنگ کے مصائب کا شکار ہو چکے ہیں۔ وہ اپنے منہ بولے بچوں کی تصاویر ہمیشہ اپنے پاس رکھتی ہیں۔ اور ان کو اپنے آپ سے وابستہ رکھا ہے۔ یہ ان کی مادری محبت کی چند مثالیں ہیں جو آج کل کی دنیا میں بہت کم ملتی ہیں۔

آج کل جب کہ اس عالمگیر جنگ کے شعلہ دنیا کے آخری گوشہ تک پہنچنے کی کوشش کر رہے ہیں، اور دنیا بھر کی مائیں اپنے جگر گوشوں کو مارنے اور مرنے سے روکنے میں اپنے آپ کو مجبور پا رہی ہیں، ہر شخص

کا خیال امریکہ کی اس محبوب ہستی کی طرف جاتا ہے۔ ان کا سنجیدہ اور مطمئن چہرے کو صدر جمہوریہ کے بازو دیکھ کر لوگوں کو امید بندھ جاتی ہے کہ یقیناً امریکہ ایک نئی دنیا کے دروازے کھول دے گا۔ مصیبت میں گرفتار عورتوں کے لئے نسوانی طبقہ سے ان کی اپیل کبھی بھی بے اثر ثابت نہیں ہو سکتی، کیونکہ وہ ان لوگوں میں سے ہیں رحم دلی کے ساتھ ساتھ دوسروں کے دادوغم کا بھی احساس رکھتے ہیں۔

الی نار روزلٹ اپنے کردار کے معراج کو محض اس وجہ سے نہیں پہنچیں کہ وہ صدر جمہوریہ کی بیوی ہیں۔ انہیں ان تمام راستوں اور منزلوں سے گزرنا پڑا ہے جن سے ایسے بڑے مرتبہ اور مقام کو حاصل کرنے کے لئے ہر بڑے آدمی کو گزرنا ہوتا ہے۔ وہ اعلیٰ مراتب جو بڑے لوگ حاصل کر سکے، اور انھیں برقرار بھی رکھ سکے، وہ آن واحد میں حاصل نہیں کئے گئے تھے۔ وہ بیٹھے آدھی آدھی رات گئے تک کام کرتے رہے تھے جب کہ اور لوگ پڑے میٹھی نیند کے مزے لے رہے تھے!"

۵- پولو فرانکو

کارمن فرانکو کی واقعات سے خالی، زندگی کے غائر مطالعہ سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ فاشیزم کی ترقی اور اس نظام میں عورتوں کا مقام معین کرنے میں ان کا بڑا ہاتھ رہا ہے۔ اس وقت ان کے ملک کا طبقہ نسواں اپنی سرگرمیوں سے کنارہ کش ہو کر نظام جاگیری کے عہد کی عورتوں کی طرح غیر متحرک اور بے جان زندگی بسر کر رہا ہے لیکن ایک زمانہ میں اسپین کی عورتیں اپنے مردوں کے دوش بدوش جمہوری فوج کے ساتھ خون آشام راستوں پر گامزن نظر آتی تھیں۔ یہ واقعہ ہے کہ ایسے زمانے اور انہیں حالات میں جنرل فرانکو کی بیوی، ان سے بے تعلق بالکل محفوظ زندگی بسر کر رہی تھیں۔

کارمن فرانکو کی ساکن اور جامد زندگی کا مقابلہ اگر انہیں کی ایک

ہموطن نامور خاتون لاپاسیونیرا کی پر جوش اور طوفانی زندگی سے کیا جائے تو نامناسب نہ ہوگا۔ ایک ہی ملک کی ان دو ہستیوں میں زمین اور آسمان کا فرق ہے۔ کارمن فرانکو کا تعلق طبقہ امرا اور اعلیٰ خاندان سے ہے۔ ان کی تعلیم و تربیت اور دیکھ بھال شاہانہ انداز پر ہوئی ہے اس کے برعکس ڈولورس لاپاسیونیرا ایک کان کن کی بیٹی ہیں اور تعلیم حاصل کرنے کیلئے انھیں بہت سے ناموافق حالات سے مقابلہ کرنا پڑا ہے۔ ان کی شادی کم عمری میں ہوئی ہے اور وہ کئی بچوں کی ماں ہیں۔ کارمن حسین، تنہائی پسند اور بردباری کے زیور سے آراستہ ہیں۔ لاپاسیونیرا نے اپنی پر جوش حمایت اور اسپینی عوام کے مفاد کیلئے جد و جہد اور بے لاگ خلوص کے ذریعہ نام کمایا ہے۔ یہ اپنی ظاہری شکل وصورت اور وضع سے معمولی سی عورت معلوم ہوتی ہیں۔ لیکن اپنی پرجوش خطابت کی وجہ سے یہ لوگوں کو بہت متاثر کرتی ہیں۔ انکی خطابت کا یہ حال ہے کہ ایسے لوگ بھی اس سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے جو ان کی زبان تک بھی نہیں سمجھ سکتے۔ ادھر اپنے شوہر کی شخصیت کی اہمیت سے ہر طرح واقف ہوتے ہوئے بھی کارمن عوام کے بکھیڑوں اور ان کی سرگرمیوں سے الگ تنہائی کی زندگی بسر کرتی ہیں۔

اسپین میں فاشزم کے خلاف جب ایک نئے نظام نے جنم لینا چاہا تو لاپاسیونیرا جمہوریت پسندوں کے لئے آگ پر تیل کا کام کر رہی تھیں۔ اپنی کوششوں سے وہ تھکنا نہیں جانتی تھیں، اور ہر ضرورت کے

موقع پر وہ موجود رہا کرتی تھیں۔ لیکن جنرل فرانکو کی بیوی نے اپنے من چلے کردار کی داغ بیل اور ہی انداز پر ڈالی تھی۔ انہوں نے نہ تو کبھی غور و فکر کیا ہے اور نہ کبھی اپنے شوہر سے اس کے معاملات پر بحث کی ہے۔ ان کا عقیدہ ہے کہ جو کچھ ان کے شوہر کر رہے ہیں وہ بالکل درست اور مناسب ہے۔ ایک بیوی کی حیثیت سے وہ گھنٹوں بلکہ دنوں اپنے شوہر کی زندگی اور سلامتی کی خیر منایا کرتی ہیں لیکن ایک اسپینی عورت کی حیثیت سے وہ اپنے وطن سے بالکل بے پروا اور بے تعلق رہتی ہیں۔ انہیں ہمیشہ اپنے شوہر کی سلامتی اور اس کی کوششوں کے بارآور ہونے کی فکر رہتی ہے۔ اس کے برخلاف لاپاسیونیرا کے خیالات نہایت وسیع دائرہ میں سرگرم عمل ہیں۔ ان کی ساری ہمدردیاں اسپین کے ایسے باشندوں کے ساتھ ہوتی ہیں۔ جو مصائب اور مشکلات کے شکار ہیں۔ آج ڈونا کارمن نہایت فخر کے ساتھ اپنے شوہر کی شہرت اور اس کی شان و شوکت کی حصہ دار بنی ہوئی ہیں۔ اس کو ان کے شوہر نے اسپین میں آزادی کی تحریک کے دوران میں حاصل کیا ہے لیکن لاپاسیونیرا کی حیثیت ایک جلا وطن اور مہاجر کی سی ہے۔ اس خاتون کو اس کی ایسی سرزمین سے محروم کر دیا گیا اور اس کی جائداد کو ضبط کر لیا گیا جس کو اس نے اپنے خون سے سینچا تھا۔

یہ معلوم کر کے ایک شخص تھوڑی دیر کے لئے یہ سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ کیا دنیا اس قدر بے رحم اور ظالم ہو گئی ہے کہ ایسے مظالم

روا رکھے جاتے ہیں۔ ایک ایسی عورت جس نے اپنے آپ کو پبلک معاملات سے بالکل بے تعلق، اپنی ہموطن عورتوں کے آنسوؤں اور اپنے ملک کے نوجوانوں کے خون سے اپنے آپ کو بالکل غیر متاثر رکھا اپنی اس بے توجہی اور بے حسی کے باوجود اس کا کچھ نہیں گرتا۔ لیکن ایک ایسی عورت جس نے اپنے وطن کے لئے محنت شاقہ برداشت کی، خون کے آنسو بہائے اپنے ملک کے نوجوانوں کے دلوں میں ولولہ اور جوش وخروش پیدا کیا، ان کی بھلائی کے لئے ہر مخالفت کا جانبازی سے مقابلہ کیا، وہ اپنی انہیں سرگرمیوں کے کارناموں کی وجہ سے اپنا سب کچھ کھو دیتی ہے۔ ایسی صورت میں اطمینان قلب اور تسلی کا ایک ہی ذریعہ رہ جاتا ہے، اور وہ حضرت عیسٰی کے ان حیات بخش اور روح پرور الفاظ ہیں "اگر کسی شخص نے ساری دنیا بھی حاصل کرلی، مگر اپنی روح نذر شیطان کردی تو اس سے کیا فائدہ"۔

ڈونا کارمن کو قسی القلب کہنا بھی شاید ناانصافی ہے۔ قساوت اس وسیع فرق کی پیدا کی ہوئی ہے جو غریب اور امیر، عالم اور عامی میں موجود ہے جس نے ہر ملک کی طرح اسپین میں بھی ردعمل پیدا کیا، یہی نہیں بلکہ اس ردِ عمل کو اور آگے بڑھایا۔ اختلاف کا حقیقی عنصر معاشی تھا۔ ملک کا مالدار طبقہ اپنے شخصی اغراض ومقاصد کی خاطر اس فرق کو باقی رکھنا چاہتا تھا، جب تک غریب ومجبور ومعذور عوام غربت، افلاس، جہالت، اور بے عملی کے شیطانی چکر میں پڑے رہتے، عام بیداری

کا کوئی اندیشہ نہ تھا۔ یہی وجہ تھی کہ غریبوں کی اکثریت اور مالداروں کی اقلیت میں کوئی وجہ اشتراک نہ تھی۔ کارمن، پولو مارٹی نش دی ولڈینر ڈونا فرانکو نے ایسی فضا میں پرورش پائی ہے جس کا عوام سے گہرا تعلق رہا ہے۔ اگرچہ انہوں نے ویسی ہی تعلیم پائی ہے جو اس طبقہ کی لڑکیوں کے مناسب حال تھی۔ تاہم وہ غیر شعوری طور پر ملک کے بقیہ طبقوں سے بالکل الگ تھلگ رہیں۔ ان کی تعلیم میں پڑھنے لکھنے کے علاوہ ناچ اور گانا بھی شامل تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے سینا پرونا کشیدہ کاڑھنا اور زردوزی کا کام بھی سیکھا ہے۔ اس طرح کی تعلیم کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ ایک رومانی زندگی کے خوش آئند خواب دیکھنے لگیں۔ پھر رومانی زندگی بھی وہ کہ اس میں رومان کی ساری دل آویزیاں تو شامل ہوں، لیکن اس کی مشکلات سے انسان بس دور ہی رہے۔ عیش و عشرت، مسرت و شادمانی انہیں چیزوں سے زندگی معمور رہے اور ان میں غربت و افلاس کا روڑا نہ اٹکے، محبت، رومانس، حسن، عیش و طرب یہ سب چیزیں ڈونا کارمن نے آنکھ کھولتے ہی اپنے اطراف دیکھیں۔ انھیں اس بات کا احساس بھی نہیں ہوا کہ ان کا معاشرہ ایک دلپسند چیز ہونے کے علاوہ اور بھی کچھ ہے۔ اس بنا پر وہ کبھی اندازہ نہ کر سکیں کہ اس معاشرے کی سطح کے نیچے مضطرب اور انقلاب انگیز جذبات کا ایک بے پناہ طوفان پوشیدہ ہے۔ اس وقت تک یہ طوفان اپنی پوری شدت سے ظاہر نہیں ہوا تھا

لیکن آگے چل کر اس میں عملی حصہ لینے والے، جن میں مرد اور عورتیں، سب ہی شامل تھے، اس زیرِ سطح انقلاب کو محسوس کر رہے تھے، اس کا اندازہ کر چکے تھے۔ اور اسے اپنے سامنے دیکھ رہے تھے، یہ بھی نہ تھا کہ ایسے صاحب احساس معاشرے میں گنتی کے ہوں، بلکہ معاشرے کا بیشتر حصہ ایسے ہی افراد پر مشتمل تھا!

ڈونا فرانکو کے ایام شباب بلکہ ان کی جوانی کے پورے دن اسی حال میں گزرے کہ وہ اس خاموش لیکن مضطرب طوفان سے بالکل بے خبر ہی رہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ جنرل فرانکو سے شادی کے باوجود ان کی ایسے واقعات تک پہنچ ہو بھی نہ سکی۔ طوفان کی موجیں ملک کے ایک کنارے سے لیکر دوسرے کنارے تک زور وشور سے اٹھتی رہیں لیکن وہ طبقہ جس سے ڈونا کارمن کا تعلق ہے۔ اپنی مخصوص بے پروائی کی ذہنیت سے مجبور تھا۔ یہ طبقہ طوفان سے دور ہی رہا۔ یہ بات بھی نہ تھی کہ وہ کسی چیز سے خوف زدہ تھا۔ اصل میں اس طبقہ کی تعلیم وتربیت ہی اسی نہج پر ہوئی تھی کہ وہ ایسے انقلاب پسندوں کو اسی نظر سے دیکھیں جس نظر سے فرانسیسی انقلاب پسندوں کو فرانس کے امراد دیکھا کرتے تھے۔ اسے تعلیم دی گئی تھی کہ کارزار حیات میں عورت کی حیثیت ایک ناظر کی ہے، شریک کی نہیں۔ اس کی نظر میں جو عورت کشمکش حیات میں حصہ لیتی ہے وہ بدتہذیب اور گنوار تھی، اب آپ اچھی طرح اندازہ کر سکتے ہیں کہ کارمن، فاشی جنرل، فرانکو، کی بیوی بننے کی سب سے

زیادہ موزوں کیونکر ثابت ہوئیں۔

ڈونا کارمن کا امن لپسند گھرانہ جنگ کو بڑی نفرت کی نظر سے دیکھتا تھا۔ ابھی پندرہویں برس میں قدم رکھا تھا کہ ان کا دل فرانکو کی محبت کا شکار ہوگیا۔ اس سن میں ان کا قد قدرے لانبا، بدن سبک اور نازک، اور آنکھیں متوالی تھیں، اپنے سیاہ گیسوؤں کو وہ اس طرح سنوارا کرتی تھیں کہ بال سر کے بیچوں بیچ سے دو حصوں میں بٹ کر شانوں پر لٹکتے تھے۔ ان کے حسین بیضوی چہرے کے اطراف یہ لٹیں ایسی معلوم ہوتی تھیں جیسے بادلوں سے چاند جھانک رہا ہو، ایسے ہی دن تھے کہ ان دونوں کی ملاقات ہوئی۔ لیکن جوانی، محبت اور والدین کی ناراضی کی وجہ سے یہی دن بڑے فتنہ انگیز ثابت ہوئے یہ محبت کی دیوانگی اور فریفتگی کا کرشمہ نہ تھا۔ اسپین کی لڑکیاں علی العموم جلد جوان ہو جاتی ہیں۔ کارمن بھی پندرہ سال کی عمر میں اپنے برے بھلے کو جاننے کے قابل ہوگئی تھیں، ایک سمجھدار عورت کی طرح جو اپنی زندگی میں صرف ایک مرتبہ محبت کرتی ہے، وہ فرانکو سے محبت کر رہی تھیں۔ اس زمانے میں وہ جوان، اور چست و چالاک تھیں۔ رگوں میں جوانی کا گرم خون دوڑ رہا تھا۔ زندگی کے بہار کے یہ دن، آغاز جوانی کی محبت کے یہ مزے، پیار اور رومانس کی ارمان بھری یہ فضا پولو فرانکو کے دل میں اپنی لافانی یاد چھوڑ گئے ہیں۔

کارمن کا پورا خاندان فرانکو کے رشتے سے ناراض تھا۔ خیال

تھا کہ کارمن کو فرانکو سے کہیں بہتر بر ملسکتا ہے۔ کارمن کا باپ اوری ڈیڑو کا ایک متمول شخص تھا۔ گھر کا ماحول مہذب، شائستہ اور علمی تھا۔ ان کا دادا ایک مشہور مصنف اور مدرسہ عالیہ میں ادبیات کا پروفیسر تھا۔ اس طرح کارمن کا بچپن ایسے خاندان میں گزرا جو طبقہ امرا کے سطحی نظر یعنی اچھی تعلیم، اچھی بیوی اور اچھی ماں بننے کا حامی تھا۔ کارمن کی ماں کا تعلق استوریہ کے طبقہ امرا سے تھا۔ اسی عورت نے کارمن کے خوش گزران خاندان میں عوام سے الگ تھلک رہنے کی بورژوا ذہنیت پیدا کی۔ ان حالات میں تربیت پانے کا نتیجہ یہ ہوا کہ ڈونا فرانکو ایک ایسی مہذب و شائستہ لڑکی نکلی جس کو اپنی ماں کے نسلی غرور اور اپنے باپ کے ادبی کارناموں پر مفخر تھا، خاندان کو اگرچہ فرانکو کا رشتہ نہ بھایا لیکن لڑکی کو اپنے انتخاب پر اصرار تھا، فرانکو کارمن کے مدرسہ کے اطراف منڈلاتا تھا۔ اور مدرسہ برخواست ہونے پر جب یہ سین اور نوخیز دوشیزہ اپنی آیا کے ساتھ گھر لوٹتی تو آنکھوں آنکھوں ہی میں دونوں کی گفتگو ہو جایا کرتی تھی، دونوں ایک دوسرے کو اپنی وفاداری، اور محبت کا یقین دلاتے تھے۔ اسپین میں طبقہ امرا کے تعلق رکھنے والی کسی لڑکی کے لئے یہ آسان نہیں کہ وہ اپنے والدین کی نگرانی میں اپنے عاشق سے ملنے کی کوشش کرے۔ لیکن کارمن اور فرانکو نہایت ہوشیاری سے ان کی نظریں بچا کر ایک دوسرے سے ملا کرتے اور اپنی محبت و وفاداری کا اعادہ

کیا کرتے تھے۔

فرانکو کو اپنی فوجی مصروفیات کی وجہ سے بہت دنوں تک اپنے ملک اور اس طرح اپنی محبوبہ سے دور رہنا پڑا۔ لیکن اس فوجی قائد کی محبوبہ جو ابھی بالکل جوان تھی۔ اپنے عاشق سے دوبارہ ملنے کے خواب دیکھا کرتی تھی۔ اس نے کبھی کسی اور شخص کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھا۔ وہ بہت بے چینی سے فرانکو کی واپسی کی منتظر رہا کرتی اور ہمیشہ اپنے خاندان کی مخالفتوں کو کچل دینے کی کوشش کیا کرتی۔ کارمن کو اکثر عزیز و اقربا نے فرانکو جیسے بے خوف اور خطرناک قسم کے زندگی بسر کرنے والے شخص سے شادی کرنے سے بارہا منع کیا تھا۔ یہ لوگ کارمن سے کہا کرتے تھے کہ ایسے آدمی کے ساتھ اس کی زندگی ہمیشہ خطرہ میں رہے گی اور بہت کم ملاقات کا موقع ملا کرے گا۔ اور کبھی ملاقات ہو بھی گئی تو بہت جلد خدا حافظ کہنا پڑے گا۔ لیکن کارمن پر اس کا کچھ اثر نہ ہوا۔ وہ برابر اپنے وعدہ پر وفاداری کے ساتھ قائم رہیں۔ ان کا دل کہا کرتا تھا کہ اس نے اپنے حقیقی ساتھی کو تلاش کر لیا ہے۔ خاندان کے اراکین کے الفاظ کی صداقت بھی محسوس ہوتی تھی لیکن اپنے دل کا فرمان، اور فرانکو کی محبت بڑی چیز تھی۔ کارمن نے اپنے آپ کو بالکل قسمت کے حوالے کر دیا۔ فرانکو کو جیسے جیسے ترقی اور فوجی اعزاز ملتے جاتے، کارمن کے والدین کے خیالات بھی بتدریج بدلتے جاتے تھے۔ حق تو یہ ہے کہ فوجی اعزاز اور کارنامے ہیں

بھی ایسی چیز کہ انسان مرعوب ہو ہی جاتا ہے۔ کارمن کا ایسا مستقل مزاج گھرانہ بھی اپنی بات پر اڑا نہ رہ سکا اور کچھ دن گذرنے کے بعد تو فرانکو کا بہت گرم جوشی کے ساتھ طرفدار بن گیا۔ ان ایام کے متعلق خود کارمن کے الفاظ ہیں "میرے گھرانے میں سب کے سب بڑے مستقل مزاج لوگ تھے۔ لیکن تھوڑے دنوں کے بعد میرے والد انتہائی دلچسپی کے ساتھ نقشہ میں آفریقی جنگی سرگرمیوں اور تبدیلیوں کا مطالعہ کر رہے تھے اور ان جنگوں میں فرانکو گتھا ہوا تھا۔"

کارمن کی شادی کی مخالفت ختم ہو گئی۔ دوم مرتبہ شادی کی قطعی تاریخ مقرر کی گئی۔ لیکن فرانکو کو فوری جنگی ضروریات اور مصروفیات کی وجہ سے مجبوری رہی۔ کچھ دنوں بعد فرانکو نے شادی کے لئے رخصت حاصل کر ہی لی۔ اس وقت وہ مراکش میں اسپینی افواج کی سپہ سالاری کے فرائض انجام دے رہے تھے۔ ١٦ر اکتوبر سنہ ۱۹۲۳ء کو شہرادی دو کے کلیسا ساں جوان میں ان کی شادی کی رسم ادا کی گئی۔ شادی کے موقع پر شاہ اسپین کی نمایندگی اوی دو کے گورنر جنرل انٹونیو لوسادا نے کی۔ کارمن اس موقع پر حسین دلہن معلوم ہو رہی تھیں۔ ان کے بال سفید مرمری پیشانی پر بل کھاتے ہوئے پیچھے چھوڑ دیئے گئے تھے، ان کی خوبصورت نظر فریب آنکھیں نیچے جھکی ہوئیں تھیں، اور لانبی سیاہ پلکوں کا پرتو ہلکے گلابی گالوں پر پڑ رہا تھا۔ اس موقع پر نہایت بیش قیمت سفید رنگ کا گون ان کے زیب بدن تھا، اور

اور ایسا گون اکثر شادی کے موقع پر پہنایا جاتا ہے۔ اپنے باپ کے ہاتھ میں ہاتھ دیئے جب کلیسا میں داخل ہوئیں تو دیکھنے والوں کی نظروں میں اسپین کے طبقہ امرا کے قدیم دور کی ایک تصویر پھر گئی۔ ان کے باپ کے چہرے سے ان کے جذبات کا بہت کم اظہار ہو رہا تھا، کیونکہ وہ بہت دبلے اور چہرہ عالمانہ شان لئے ہوئے تھا۔ فرانکو کے سپاہیانہ اور قوی ڈیل ڈول کے آگے کارمن کا بے پناہ حسن بہت کم متاثر ہو رہا تھا۔ زمانے نے ان دونو بچھڑے ہوؤں کو ایک طویل انتظار کے بعد ایک دوسرے سے ملایا تھا۔ لیکن شادی کے ایک ماہ بعد ہی فرانکو کو اس نئی زندگی سے پوری طرح لطف اندوز ہوئے بغیر ادائے فرائض کے لئے مراکش چلا جانا پڑا۔

کارمن کی زندگی فرانکو کے اولوالعزم ارادوں سے متعلق ہو کر پابند اور منظم ہوگئی تھی۔ لیکن اس پابندی سے کارمن کو کوئی شکایت پیدا نہیں ہوئی۔ فرانکو کی سپاہیانہ عظمت کا سکہ ان کے دل پر ایسا بیٹھ گیا تھا کہ کسی اور طرف توجہ کرنا تو کجا وہ کسی معاملے میں چون و چرا کرنے کی بھی انہیں گنجائش نہ رہی۔ اگر وہ غور و فکر کرنیوالی خاتون ہوتیں تو شاید ان کی زندگی اسپین کے داخلی ہنگاموں سے اتنی بے تعلق نہ ہوتی۔ اسپین کے بے چین اور بے قرار ماحول میں رہتے ہوئے بھی ان کی زندگی بالکل ساکن، تنہا۔ اور واقعات سے بر از ندگی ہے۔ فطرتاً وہ ایسی عورت نہیں کہ فرانکو کے خیالات سے

ان کے خیالات کا تصادم ہوتا۔ فرانکو جو کچھ کرتے ہیں وہ انہیں بالکل بجا اور بہتر سمجھتی ہیں اگر انصاف کی نظر سے دیکھا جائے تو کہنا پڑتا ہے کہ وہ فرانکو کے رنج و غم اور مصائب و آلام میں بھی ویسی ہی شریک رہیں جیسے کہ ان کی کامیابیوں اور بڑائی میں حصہ دار رہی تھیں، ایسے تاریک دنوں میں وہ بغیر کسی شکوہ یا شکایت کے بغیر صرف اپنے شوہر کی محبت کے آسرے جیتی رہیں۔ وہ فرانکو کی تمام ہنگامہ آرائیوں اور مصروفیات میں ہمیشہ ان کے ساتھ رہیں۔ اور کئی بے خواب راتیں اور بے آرام دن اپنے شوہر کی سلامتی کے لئے دعا کرتے ہوئے کاٹے ہیں۔ انہیں ان کا شوہر ہی ایک ایسا شخص اور فرد واحد نظر آتا تھا۔ اسپین جیسے وسیع ملک میں ہر لحاظ سے یکتا اور اپنی آپ نظیر دکھائی دیتا تھا۔ شوہر کی شخصیت کارمن کے دل و دماغ پر پوری طرح چھا چکی تھی۔ ۱۹۳۶ء میں جب جمہوریت پسندوں نے فرانکو کو جزائر کناری میں کچھ دنوں قید کر دیا تھا تو کارمن بھی ان کے ہمراہ تھیں۔ اسی رضامندی اور رضا جوئی کے ساتھ انہوں نے کار سیرس میں بھی فرانکو کا ساتھ دیا۔ جہاں وہ اپنی جان بچا کر پناہ گزین ہو گئے تھے۔ ایک مرتبہ وہ اس مقام پہ آئی ہیں تو انہیں فرانکو سے ملنے کے لئے گھنٹوں انتظار کرنا پڑا تھا۔ کیونکہ فرانکو اور فوج کے اعلیٰ عہدہ دار تبادلہ خیال میں مصروف تھے۔ لیکن کارمن نے جنگ کی اس لعنت اور اپنی تکلیف کی کبھی شکایت نہیں کی۔ وہ خاموشی

کے ساتھ بیٹھی اپنے مصروف شوہر کا انتظار کرتی رہیں۔ تا آن کہ وہ کام سے فارغ ہوکر ان کے پاس نہ آگیا۔ یہ چیزیں کسی اور عورت کے لئے بڑی صبر آزما اور تکلیف دہ ثابت ہوتے لیکن کارمن کی ساری زندگی فرانکو کے لئے وقف تھی۔ فرانکو کے سوائے دنیا میں ان کا کوئی نہ تھا۔ یہ سب چیزیں انھیں ہر طرح گوارا تھیں۔

۶۔ مسز ڈی ولیرا

گذشتہ تیس سال سے ہم آئرستان کی سیاسی دنیا میں مسٹر ڈی ولیرا کا نام سب سے نمایاں دیکھ رہے ہیں، لیکن اس بات کا لوگوں کو بہت کم علم ہے کہ ان کی سیاسی اور خانگی زندگی میں کس حد تک ہم آہنگی موجود ہے۔

سیاسیات کے میدان میں ڈی ولیرا کے کارناموں کے مطالعہ سے ہمیں ان کی بیوی کے متعلق کسی قسم کی معلومات حاصل نہیں ہوتیں۔ اس لئے عام طور پر سمجھا جاتا ہے کہ مسز ڈی ولیرا ان کی ایک گمنام شریک حیات کی حیثیت سے زندگی بسر کر رہی ہیں۔ یہ صحیح ہے کہ اب تک انکی شخصیت غیر معروف اور تاریکی میں رہی ہے، لیکن اس گمنامی کی وجہ سے ان کی شخصیت کا کسنورا مسولینی کی شخصیت سے مقابلہ نہ کرنا چاہیے۔

ان دونوں شخصیتوں میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔ مسز ڈی ولیرا اپنا ایک مستقل کردار رکھتی ہیں اور دماغی قابلیتوں کے لحاظ سے اپنے شوہر سے کسی طرح کم نہیں۔ آئرستان کے مستقبل سے انہیں حد درجہ دلچسپی ہے اور وہ ان کیفیتوں کو اچھی طرح سمجھ سکتی ہیں جس میں ان کا ملک الجھا ہوا ہے۔ وہ ایک تعلیم یافتہ خاتون ہیں۔ ان کا تعلق اسی اعلیٰ دماغی قابلیت رکھنے والے طبقہ سے ہے جس سے خود مسٹر ڈی ولیرا وابستہ ہیں۔ اسکے برخلاف سنورا مسولینی تقریباً جاہل ہیں، اور ان میں اور مسولینی میں تعلیم و تربیت کی ایک وسیع خلیج حائل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ ہمیشہ اپنے شوہر سے علیحدہ اپنی خاموش جنت میں رہتی ہیں اور کبھی اپنے شوہر کی سرگرمیوں اور مصروفیات سے پُر دنیا میں قدم رکھنے کی جرأت نہیں کرتیں۔ لیکن مسز ڈی ولیرا کا یہ حال نہیں، پھر ان کی گم نامی کی کیا وجہ ہوسکتی ہے؟

مسز ڈی ولیرا اہل آئرستان کی بنیادی اور حقیقی ترقی کی قائل ہیں۔ گے لک زبان اور ادب کے ایک متعلم کی حیثیت سے وہ سیاسی ترقی کے لئے اپنے اس فن کو غیر معمولی اہمیت دیتی ہیں۔ جدحیات کے ہنگامہ خیز پہلو کو اپنے شوہر کے لئے چھوڑ کر انھوں نے اپنی ساری قوتیں اسی پر صرف کر دی ہیں۔ بہت کم لوگ جانتے ہیں کہ تہذیب اور سیاست کا آپس میں کتنا پیچیدہ اور گہرا تعلق ہے اور ان کو ایک دوسرے سے جدا کرنا کتنا مشکل ہے۔ ڈی ولیرا انے

اسی گتھی کو سلجھایا، ان کا فرق دکھا کر ان کی حدیں مقرر کیں، اور اس مشکل مسئلہ کی یکسوئی کر دی۔ یہ بھی نہیں کہ مسز ڈی ولیرا ایک تماشائی کی طرح اپنے شوہر کی سیاسی سرگرمیوں اور مصروفیات کو دیکھا کرتی ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ انھوں نے سیاست میں اپنے ملک کے ہزاروں مردوں اور عورتوں سے کہیں زیادہ حصہ لیا ہے۔ لیکن اسکے باوجود بھی وہ پبلک زندگی میں زیادہ نمایاں نہیں ہیں، اور نہ ہی اپنے آپ کو نمایاں کرنا چاہتی ہیں۔

مسٹر ڈی ولیرا کے شادی سے پہلے ہی مسز سائنٹڈ فلانا جن کو اپنے وطن آئرستان سے بڑی گہری محبت تھی۔ انھوں نے اپنے ملک کی تاریخ، ادب اور تہذیب کا گہرا مطالعہ کیا ہے۔ نہ صرف یہ بلکہ اپنے ابنا، وطن میں ان علوم سے دلچسپی پیدا کرنے کی کوشش کی ہے اس طرح وہ بہت جلد گے لک لیگ کی رکن بن گئیں اور لیگ کے زیرنگرانی ایک معلمہ کی حیثیت سے درس دینا شروع کر دیا۔ وہ اپنے دھن کی بڑی پکی تھیں، اور اپنے مقصد حیات کو ایمان داری کے ساتھ پورا کرنا چاہتی تھیں۔ درس تدریس کے دوران میں انھیں ایک ایسا طالب علم مل گیا جس میں وہی اسپرٹ، وہی جوش اور خدمت کا ویسا ہی جذبہ پایا جاتا تھا جو اس معلمہ کے اندر موجود تھا۔ یہ طالب علم جو آگے چلکر اہل آئرستان کا محبوب قائد بنا، مسٹر ای مل ڈی ولیرا تھے۔ یہ طالب علم یونانی، لاطینی، فرانیسی اور جرمن زبانوں

میں خوب ماہر تھا۔ اس لئے یہ طے پایا کہ وہ اپنی معلمہ کو ائرستانی زبان کے پڑھانے کے معاوضہ میں جرمن زبان پڑھا دیا کرے۔

مسٹر ڈی ولیرا کی عمر اس وقت ۲۸ سال کی تھی جب کہ وہ اپنی معلمہ اور ہونے والی بیوی سے ملے ہیں۔ عام طور پر کلے ٹک حسن کے بر خلاف ان کی معلمہ ایک نہایت حسین لڑکی تھی۔ اس کا رنگ سرخ و سفید، بال گھرے سنہرے اور آنکھیں گہری نیلی تھیں۔ دونوں مذہباً کٹر کیتھولک تھے، اور دونوں نے ایسے گھرانوں میں پرورش پائی تھی جہاں مذہب اور ملک کو سب سے زیادہ اہمیت دی جاتی ہے۔ دونوں بالطبع ایک دوسرے سے مشابہ تھے، دونوں شرمیلے اور کم آمیز۔ ڈی ولیرا غیر معمولی کشش کے جوان تھے۔ لیکن اس وقت بار بار جیل کی زندگی گزارنے سے پہلی سی جاذبیت میں فرق آگیا تھا۔ جثہ دیو قامت، اور اعضا بہت چوڑے چکلے تھے۔ اس کے باوجود عورتیں اس نوجوان کی ہمیشہ گرویدہ رہتی تھیں۔ وہ جب کسی سے مخاطب ہوتے ہیں، اور گفتگو ہوتی ہے وہ اپنے مخاطب پر ثابت کر دیتے ہیں کہ ان میں اور مخاطب میں بہت بڑا فرق ہے۔ اس وقت بھی انہیں عورتوں سے بہت کم دلچسپی تھی جب کہ آج سے ۳۰ سال قبل انہوں نے حسین سائینڈ فلاناجن سے شادی کی تھی۔

مشترکہ مقاصد نے ڈی ویلیرا اور سائنڈ فلاناجن کو ایک دوسرے سے قریب کر دیا۔ ان کی یہ قربت دنیاوالوں کی نظروں سے دور ایک خوشگوار مشترکہ زندگی کی اثاس ثابت ہوئی۔ اور دوسرے وجوہات سے قطع نظر اس کی ایک وجہ غالباً یہ بھی ہے کہ شادی کے بعد سے مسز ڈی ویلیرا کے متعلق دنیا کو بہت کم علم ہے۔ شادی سے پہلے دنیا یہ جانتی تھی کہ وہ عالمانہ قابلیتوں کی مالک ہیں اور گے لک زبان اور تہذیب کی ترقی میں ایک سرگرم رکن ثابت ہو چکی ہیں۔ ان کے اعلیٰ اخلاق اور اچھے برتاؤ نے انہیں اپنے کم عمر شاگردوں کی جماعتوں میں مقبول بنا دیا تو ان کی ٹھوس علمی معلومات اور لیاقت زیادہ عمر کی جماعتوں میں انہیں ایک ماہر اور عالم معلم ثابت کیا۔ مسٹر ڈی ویلیرا نے بھی نہایت سرعت سے گے لک زبان اور اس سے متعلق معلومات میں دستگاہ پیدا کر لی۔ گے لک لیگ کا پروپگنڈا آئرستان میں ڈراموں کے ذریعہ بھی ہوا کرتا تھا۔ ان ڈراموں میں سائنڈ فلاناجن بہت نمایاں حصہ لیا کرتی تھیں۔ ان کے کردار اور ان کی اداکاری کو ہر اس شخص نے پسند کیا اور داد دی جس نے انہیں ڈراموں میں کام کرتے دیکھا۔ ان میں سب سے زیادہ مشہور وہ ڈرامے ہیں جو ڈاکٹر ڈگلس ہائیڈ کے اشتراک عمل سے پیش کئے گئے تھے۔

"آہ! اے رودنیل" میں انھوں نے اسپین کے ایک شاندار سفیر کا پارٹ ادا کیا تھا۔ سنہ ۱۹۱۰ء میں انھوں نے ڈی ولیرا کے ساتھ

شادی کی اور اس دوران میں انہیں چھ بچے ہوئے۔

شادی ان کے لئے ایک بالکل دستوری اور عام تقریب ثابت نہیں ہوئی جو عام طور پر جنسی محبت اور تسکین کا ایک ذریعہ ہوتی ہے۔ شادی کر کے انھوں نے ایک ایسی غیر یقینی دنیا میں قدم رکھتا تھا جس میں مسٹر ڈی ولیرا کے دن گزر رہے تھے۔ انھوں نے اپنی جوانی کے پرسکون اور ہنگاموں سے خالی زمانہ کو ختم ہوتا ہوا پایا۔ شادی کے بعد انھیں ایک ایسی دنیا دکھائی دی جہاں تڑپ، بے چینی، ناخوشگواری، رنج والم، اور قومی جدوجہد کے سوا کچھ نہ تھا۔ اس طرح مسز ڈی ولیرا نے علمی انہماک کی ہنگاموں سے خالی پرسکون زندگی کے بعد اپنے آپ کو سیاسی ہنگاموں میں گھرا ہوا پایا۔

مسز ڈی ولیرا نے اس زمانہ کے ایسے ماحول میں تربیت پائی تھی کہ انھیں اس نئے ماحول سے اپنے آپ کو مطابق کر لینے میں کچھ زیادہ دشواری پیش نہیں آئی۔ گے لک زبان کی نظم و نثر اور شاعری کو ترقی دینے کے تعمیری کام کو انھوں نے بند نہیں کیا۔ ان کی یہ سرگرمی اور اس خصوص میں ان کی ملکی خدمات ان کے شوہر کے لئے ایک غیبی امداد ثابت ہوئی۔ گے لک ادب جو سرتاسر حب الوطنی کے جذبات سے بھرپور رہے، اس کے احیاء نے لوگوں کے جذبات کو اکسا کر ان میں بیداری پیدا کر رہا تھا۔ اس طرح مسز ڈی ویلرا کے اپنے مقصد میں انہماک نے ایک طرف تہذیبی تعمیر اور دوسری طرف سیاسی پروپگنڈے

کا کام انجام دیا۔ لیکن مسز ڈی ولیرا کی جدوجہد اور ان کے کارناموں سے دنیا کی نظر میں اتنی خیرہ ہوگئی تھیں کہ ان کی خانگی زندگی بالکل پس پردہ رہ گئی۔

یہ اکثر دیکھا گیا ہے کہ عام لوگوں کی بہ نسبت بڑے لوگوں کی زندگی زیادہ تر ان کے حالات کے تابع ہوتی ہے۔ یہ لوگ کبھی کسی ایسے موقع سے فائدہ اٹھاتے ہیں اور نہ اٹھانا چاہتے ہیں کہ ان کی زندگی پرامن رہے اور آسودگی کے ساتھ روزمرہ کے معمولی وظائف ادا کرتے ہوئے اپنے ساتھیوں کے ساتھ گزر جائے۔ یہ لوگ ہمیشہ ایسے حالات سے دوچار رہتے ہیں جو زندگی کے مختلف دائروں سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان کو بار بار کی پبلک طلبیوں پر لبیک کہنا پڑتا ہے۔ ان کا ذاتی اطمینان اور سکون بیرونی معاملات کے سلجھانے سے متاثر ہوتا رہتا ہے۔ یہ سب ہنگامے زندگی کے ہیں چھوٹے سے دائرہ کے باہر وقوع پذیر ہوتے ہیں جو ہر شخص اپنے اطراف تیار کرتا ہے۔ لیکن ایک ایسے شخص کے لئے جسکی زندگی اپنے وطن اور اپنے ابناء وطن کی خدمت کے لئے وقف ہو جائے، اس کا دائرہ عمل بہت وسیع ہو جاتا ہے اور جب وطن کی خدمت اس کا مقصد حیات بن جاتا ہے تو یہی بیرونی معاملات خود اس کے ذاتی معاملات بن جاتے ہیں۔ ایسے ہی حالات تھے کہ سائینڈ ڈی ویلیرا نے اپنی ازدواجی زندگی کا آغاز کیا۔ ہم کو ان ابتدائی دنوں کی تفصیلات سے بہت کم واقفیت ہے۔ ان دنوں ان کے شوہر

خفیہ طور پر کام کرتے تھے، اور ان کی زندگی کے بیشتر دن جیل کی چار دیواری میں بسر ہوتے تھے۔ اپنے قریبی مشاہدات سے بہتوں کو اس کا اندازہ ہے کہ ان دنوں مسز ڈی ولیرا میں ایک ایسی تڑپ، ایسی بے چینی اور ایسی گرمی حیات پیدا ہوگئی تھی جو ان کی روح میں تک سرایت کرگئی تھی۔ اس تڑپ کو کوئی راہ نہ ملتی تھی۔ کرب و بے چینی کے ان دنوں میں وہ اپنے جیل سے بھاگے ہوئے شوہر کو خط تک نہ لکھ سکتی تھیں کیونکہ حکومت کی طرف سے ڈی ولیرا کے سر کے لئے انعام مقرر ہو چکا تھا۔ یہ زمانہ مدت ہوئی گزر چکا، لیکن اب تک ان کی بڑی بڑی آنکھوں اور ریشمی گالوں پر غم و یاس کے نشانات اپنی یادگار چھوڑ گیا ہے۔ اس زمانہ میں ڈی ولیرا کا یکایک ان کے پاس کبھی کبھار آ موجود ہونا ان کے لئے بے اندازہ مسرت کا باعث ہوتا تھا۔ ان چند ساعتوں کی ملاقاتوں میں بھی وہ نہایت جوش و خروش کے ساتھ اپنی محبت اور خلوص کا اعادہ کرتی تھیں کہ ایسے موقعوں کو کھو دینے کا بھی انہیں اندیشہ لگا رہتا تھا۔

آئرستان کے باشندے عام طور پر بھولے بھالے اور سادگی پسند ہونیکے باوجود طبیعت کے سنجیدہ واقع ہوئے ہیں، سائینڈ کی طبیعت بھی اس سے مستثنیٰ نہیں۔ مسز ڈی ولیرا کی آمد جیسی اچانک ہوتی تھی، ویسی ہی انکی رخصتی کا حال تھا۔ سائینڈ کا تنہائی اور انتظار کے ان دنوں کو صبر و استقلال کے ساتھ گزارنا کچھ اپنے ملک آیرلینڈ کی محبت اور کچھ مذہبی تربیت کا نتیجہ تھا۔ زندگی کے یہ نشیب و فراز جو کبھی مسرت

کی معراج پر پہنچاتے تو کبھی وہاں سے انتہائی غم واندوہ کے غار میں ڈھکیل دیتے۔ اسی کشمکش کی زندگی نے انہیں وقت سے پہلے ادھیڑ بنا دیا ہے۔

آئرستان کی تاریخ کے اس سارے طوفانی عہد میں مستقل جدائی اور دوری کے باوجود سائینڈ اور ڈی ولیرا صرف اپنے خلوص اور محبت کی بنا پر ایک دوسرے سے قریب رہے۔ ایسے طوفانی عہد میں سائینڈ نے اپنے گھر کو بیرونی حالات سے محفوظ رکھا۔ گویا یہ ایک جزیرہ تھا جس کو خوفناک سمندر نے چاروں طرف سے گھیر لیا تھا، اور اس کی دیو پیکر موجیں اسے تھپیڑے دے رہی تھیں۔ لیکن انہیں حالات میں مسز ڈی ولیرا میں مقاومت اور ناموافق حالات کا مقابلہ کرنے کی ایک ایسی قوی اسپرٹ پیدا ہوئی جو زمانہ اور عمر کی پختگی سے بھی بہت کم حاصل ہوتی ہے۔ اسی جدوجہد میں ان کے سنہری بال بھورے ہو گئے ہیں، اور یہ ان کی قربانیوں کی ایک ظاہری یادگار ہے۔

اگرچہ ناموافق حالات کے طوفانی بادل آئرستان پر چھا گئے تھے، اور مسٹر ڈی ولیرا طوفان میں گھر گئے تھے، لیکن اس کے باوجود ان لوگوں کی انفرادی زندگی اس سے متاثر نہ ہو سکی۔ اس زمانہ میں روپیہ عنقا، غذا مہنگی، اور اس پر سائینڈ کو اپنے چھوٹے چھوٹے بچوں کی دیکھ بھال کرنی پڑتی تھی۔ لیکن جیسا کہ اوپر کہا جا چکا ہے آئرستانی

بہت خوش گزران ہوتے ہیں اور جسمانی تکلیف ان کی اسپرٹ کو بہت کم متاثر کرتی ہے۔ سائینڈ بھی اپنے گھر دار میں لگی رہیں، اور اپنے وظائف میں کسی قسم کا فرق نہ آنے دیا۔ ان کے نامور شوہر نے بھی اس زمانے کی مصیبتوں کو نہایت خندہ پیشانی کے ساتھ برداشت کیا ہے۔ وہ اپنے مقصد کی آخری منزل تک پہنچنے کی سرگرم کوشش کر رہے تھے، اور سائینڈ بھی حالات کا مقابلہ کرتے ہوئے ان کا ساتھ دینا ناگزیر سمجھ رہی تھیں۔ خصوصاً ایسی صورت میں جب کہ وہ دیکھ رہی تھیں کہ ان کے ہم وطن سینکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں کی تعداد میں ان کے شوہر کا ساتھ دے رہے تھے۔ حقیقت میں یہ بڑا پر آشوب اور سنسنی خیز زمانہ تھا جب کہ وہ اپنی ساری کوشش اپنے اسی مقصد کے پیچھے لگا دی تھیں۔ لیکن قدرت اپنے ایسے بہادروں کے لئے بھی بڑی ظالم ہوتی ہے۔ پانچ سال ہوئے ان کا ۲۳ سالہ لڑکا برآن گھوڑے کی سواری کے حادثہ میں رہیں داغ مفارقت دے گیا۔ سائینڈ ڈی ولیرا کو اپنے خاندان پر اتنا فخر تھا کہ انھوں نے اس موقع پر بھی اسی روایتی سنجیدگی اور صبر و تحمل کا ثبوت دیا۔ لیکن سچ تو یہ ہے کہ اس واقعہ نے خود اسکی زندگی کی بنیادیں ہلا دیں وہ دنیا کے نشیب و فراز کا مقابلہ کرنے کے لئے ہمیشہ تیار رہتی تھیں، لیکن اس حادثہ کے لئے تیار نہ تھیں۔

معاشرتی نقطہ نظر سے مسز ڈی ولیرا کی زندگی ناکام ہے۔ اسکو

ذرا وضاحت سے سمجھنے کی ضرورت ہے۔ ان کی زندگی کے
بہترین ایام سیاسی ہنگاموں اور سرگرمیوں میں گزرے ہیں۔ انہیں
کبھی اتنی فرصت نہ ملی کہ وہ اپنے آپ میں معاشرتی خصوصیات
پیدا کرتیں، یا ان کی طرف توجہ کر سکتیں۔ ان کے شوہر جب "آئرش
فری اسٹیٹ" کے صدر منتخب ہوئے تو انہوں نے کئی لوگوں سے
کہا کہ اسٹیٹ ایمان کے لئے ایک سرکاری بیوی بھی مہیا کر دیتی تو
بہتر تھا کہ وہ ان کا ساتھ دے سکتی۔ کیونکہ وہ خود اپنے آپ کو اس
رتبہ کے لائق نہیں سمجھتیں۔ انہیں نمود و نمائش سے کوئی
مس نہیں، اور دوسروں سے کوئی فرق و امتیاز نہیں برتتیں،
چاہے ان کے مراتب میں کتنا ہی فرق کیوں نہ ہو۔ اس میں شک
نہیں کہ وہ اپنے شوہر پر جسے وہ محبت سے "ڈی وی" کہتی ہیں،
بڑا فخر ہے، اور شاید آئرستان میں کسی کو ان کی شخصیت پر اتنا
ناز نہ ہوگا جتنا کہ انہیں ناز ہے۔ وہ ان کی کامیابیوں کی ویسی
حصہ دار ہیں، جیسے کہ ان کی ناکامیوں میں انہوں نے حصہ لیا تھا۔
لیکن وہ اپنے آپ میں فوری تغیر پیدا کر کے اپنے آپ کو ایک
دلچسپ معاشرتی شخصیت نہ بنا سکیں۔ حالانکہ انہیں اس کا پورا
پورا احساس ہے کہ رتبہ کے لحاظ سے انہیں اپنے آپ میں ایسا ہی
تغیر پیدا کرنے کی شدید ضرورت ہے۔
۱۹۳۲ء میں وہ پہلی دفعہ پبلک موقع پر ظاہر ہوئیں۔ یہ پاپائی

سفارت کے خیر مقدم کی ایک سرکاری تقریب تھی۔ اس تقریب میں باہر سے بہت سے مہمان شریک ہوئے تھے۔ ان لوگوں نے پہلی مرتبہ دیکھا تھا۔ لیکن جیسا کہ بعض اخباروں نے بتایا کہ آئرستان نے اپنی "پراسرار خاتون" کو پہلی مرتبہ دیکھا تھا، یہ صحیح نہیں ہے۔ انہیں اپنی زندگی بھر آئرستان کے مسائل سے گہرا تعلق رہا ہے۔ ہاں یہ کسی حد تک صحیح ہے کہ آئرستان سے باہر لوگوں نے ان کے متعلق بہت کم سنا تھا، اور انہیں جاننے کی کوشش بھی نہیں کی گئی تھی۔ ان کی شخصیت ان کے ملک کے مردوں اور عورتوں کے لئے مانوس اور معلوم تھی۔ ان کے لئے سائرنڈ ڈی ولیرا کوئی "پراسرار" خاتون نہیں بلکہ انہیں کی جیسی ایک خاتون ہیں۔ کیونکہ وہ ہر قسم کے فرق و امتیاز کو ناپسند کرتی ہیں۔ اب تک بھی وہ معاشری تقاریب سے جی چراتی ہیں؛ زمانہ گذشتہ کی تلخ یاد انہیں اس بات کی اجازت نہیں دیتی کہ وہ اپنے بچوں کو ایسے لوگوں کے ساتھ دوستی پیدا کرتے دیکھیں جو ابتدائی دور میں ان کے شوہر کے مخالف تھے۔ دنیا کے دستور کے مطابق ایسے لوگوں کی طرف سے ان بچوں کو بھی سیکڑوں دعوتیں آتی ہیں، کیونکہ اپنے رتبہ کے ماسوا یہ بچے خود بھی بڑے دلکش اور پیارے ہیں۔ لیکن ان کی والدہ یہ عذر کر کے صاف انکار کر دیتی ہیں کہ "بچے بہت زیادہ مصروف ہیں۔" ان کی زندگی نہایت سیدھی سادھی ہے، ان کا صرف ایک ہی ملازم ہے، اور مسز ڈی ولیرا

خود ہی گھر کا سارا کام کاج کیا کرتی ہیں۔ مسز ڈی ولیرا کے عہدے کے لحاظ سے ان کا مختصر سا مکان ایسی جگہ واقع ہے جہاں ملک کے اور بڑے بڑے لوگ رہتے ہیں۔ مسز ڈی ولیرا بغیر کسی تقریب یا نمائش کے اپنے کھانے کے کمرے میں ان کی تواضع کرتی ہیں۔ نمود و نمائش، یا شان و شوکت، کا یہاں گزر بھی نہیں۔ مختصر یہ کہ ان کی زندگی ان کے ہم وطنوں سے کسی حیثیت سے بھی مختلف نہیں ہے۔ اپنے ملک کی جمہوریہ کے صدر ہو کر ان میں کچھ غرور نہیں آیا ہے، اور بہت بڑی حد تک ان کی بیوی ہی اسکی ذمہ دار ہیں۔

اگرچہ سائینڈ ڈی ویلرا کو دنیا نے گمنام ہی رکھا ہے، اور یہ وہ حالت ہے جس سے وہ خود بھی ناخوش نہیں ہیں، تاہم کسی حیثیت سے بھی ان کی زندگی ساکن یا جامد نہیں ہے۔ ان کے شوہر نے سیاست کے میدان میں جو جو سختیاں برداشت کی ہیں، اس میں قدم بہ قدم وہ بھی ان کی شریک رہی ہیں۔ اگرچہ ان کی خانگی متحد زندگی میں کبھی کسی قسم کا افتراق یا کسی طرح کی کشیدگی پیدا نہ ہوئی، لیکن اپنے وطن کی خاطر انہیں اپنے اطمینان قلب کو قربان کرنا پڑا ہے۔ ممکن ہے ان کی مذہبی تربیت بہت بڑی حد تک اس کی ذمہ دار ہو۔ لیکن اس کے ساتھ ہی مشترکہ مقاصد کی اساس نے بھی ان کے آپس کے اتحاد کو خوب استوار کیا ہے۔ وہ ڈی ولیرا کی تبع بلکہ ان کی شریک کار رہی